انوکٹس
"نہ وہ شخص غالب تھا نہ مغلوب۔۔ وہ انوکٹس تھا۔"
شمائم ملک

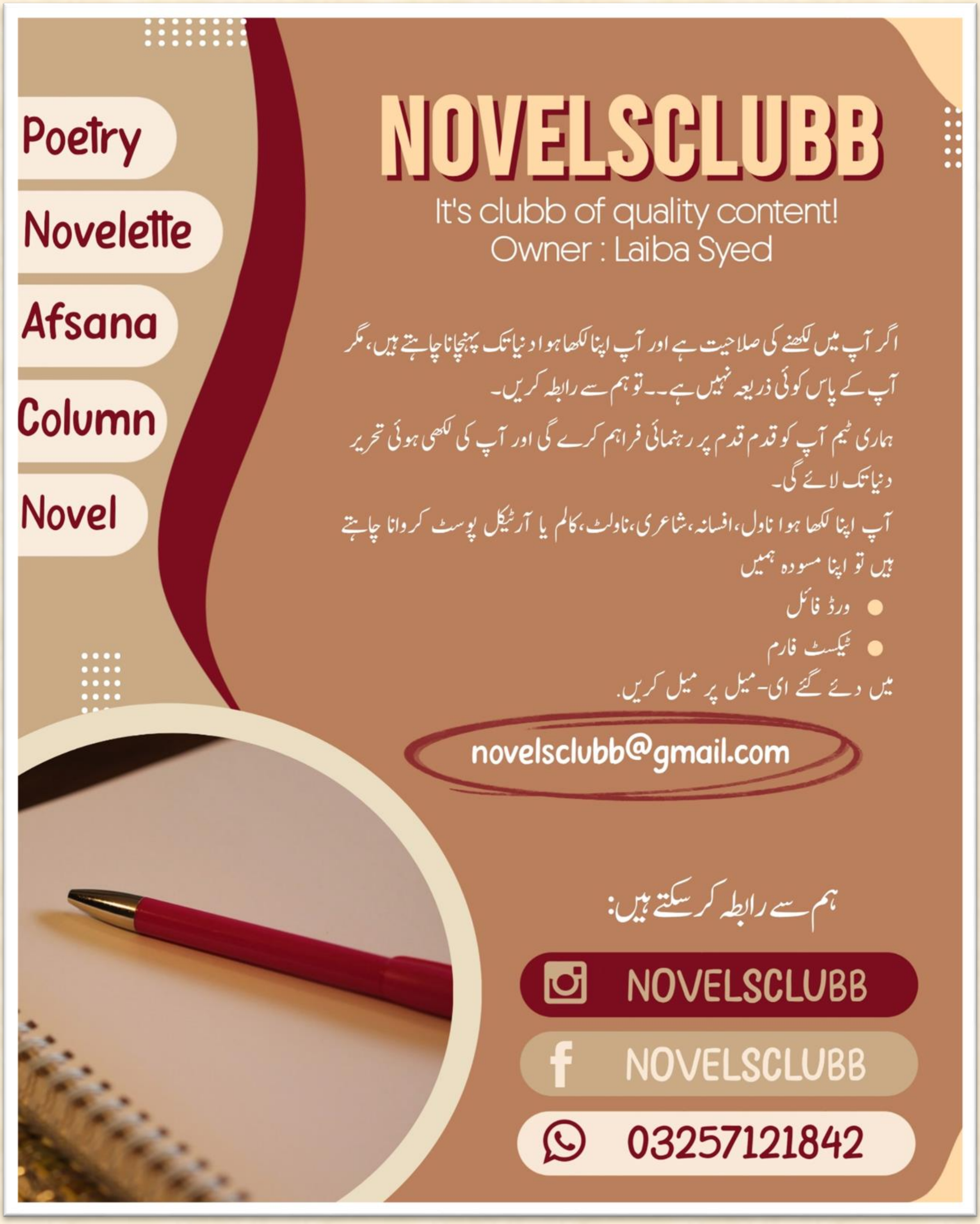
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

انوکٹس

از قلم

شمائم ملک

Clubb of Quality Content!

انتساب:

میری پہلی کتاب،انو کٹس، میری ماں کے نام جو اندھیرے میں ایک جگنو کی مانند میری راہنمائی کرتی ہیں۔جن کے دم سے میں ہوں اور جو میرے لئے میرا سب کچھ ہیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

انو کٹس

بقلم شمائم ملک

باب: ۹

اگست کی ابتدائی تاریخیں تھیں۔ موسم اب اتنا گرماہٹ سے بھرپور نہ تھا، جتنا جولائی میں تپش اور حبس کی مانند ہو رکھا تھا۔ عالیہ خلیل کے انتقال کو اس مہینے نو ماہ مکمل ہونے والے تھے۔ سب کی زندگیاں آگے بڑھ رہی تھیں۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مگن نظر آتے تھے۔

تبھی خلیل منزل کے دوسرے فلور کے ایک کمرے کی الماری چرچراہٹ کی آواز کرتی کھلی۔ اس کے کھلتے ہی بھورے غلاف کی ڈائری آ کر الماری سے باہر گری۔ گری بھی کچھ اس انداز میں کہ اورق کو برابری میں بانٹتے بیچ والا صفحہ عیاں ہوا۔ پنکھے کی مسلسل ہوا کے باعث صفحے

اڑنے لگے۔ایک کے بعد ایک پلٹتا چلا گیا۔ان پر کہیں بھی سیاہی کے نشانات نہیں تھے۔
ایسے تھی جیسے نئ نِکور لا کر الماری میں رکھ دی ہو۔

صفحے جیسے جیسے آہٹ نکالتے پلٹتے گئے ویسے ہی وقت قید میں کئ ماہ پیچھے چلا گیا۔

کمرے کا دروازہ ہولے سے کھولیں تو ہمیں وہ سیاہ بالوں والی لڑکی گود میں بھورے رنگ کی ڈائری پکڑے بیٹھی نظر آئے گی۔اس کے بال ہمیشہ کی طرح پونی میں مقید تھے۔اس نے ہلکے سبز رنگ کی سویٹر پہن رکھی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ منظر ابھی کا نہیں تھا۔یہ ایک سال اور نو مہینے پرانا تھا۔دو ہزار تئیس کے گیارویں مہینے یعنی نو دنومبر کی یہ ایک ٹھنڈی صبح کا واقعہ تھا۔وہ ڈائری میں اپنی نئ خیال کی گئ کہانی کے کچھ اہم نکات درج کرنے میں مشغول نظر آتی تھی۔

گھر پر کوئی نہیں تھا۔ سوائے اس کے۔اور کوئی جانتا بھی نہیں تھا کہ وہ اس وقت یونیورسٹی کی جگہ اپنے کمرے میں موجود ہے۔گھر کے سبھی لوگ خالہ کے بیٹے کے ایکسیڈنٹ ہونے پر اس کی عیادت کے لئے گئے ہوئے تھے۔

یہ وہ خالہ تھیں جو ماہ نور کی سب سے چھوٹی بہن تھیں۔اس لیے آئمہ خلیل ان کے ہمراہ جانے کی بجائے ایک سہیلی کے ہاں رکی ہوئی تھیں۔

وہ کام کرتے کرتے ذرا سی بستر سے اٹھی۔آج یونیورسٹی میں ایک ہی کلاس تھی۔اس لئے اس نے سوچا تھا کہ چھٹی کر لے گی۔

وہ دھیرے دھیرے ننگے پیر دروازے کے پاس سے اپنی چپل پہننے آئی جو کہ اس نے باتھروم میں پہن کر جانی تھی۔اُسے جیسے اسی لمحے کسی کے بولنے کی آواز آئی۔وہ چونک کر قدرے آگے ہوئی۔دروازہ ذرا سا کھولا اور کان لگائے۔

Clubb of Quality Content

آنکھیں چھوٹی کرتے وہ سن رہی تھی کہ کوئی بول رہا ہے۔پر گھر پر تو کوئی نہیں تھا۔تو پھر یہ کس کی آواز تھی؟اس نے غور کرنے کے لئے دوسرے کان پر ہاتھ رکھ لیا۔تاکہ ٹھیک سے سن سکے۔

"اگر..ہاں.."بہت ہی کٹی کٹی اور دبی دبی آواز اُسے پہلی منزل سے آنے لگی۔یہ آواز تو اس کی سوتیلی ماں کی تھی۔اس نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

لیکن وہ بات کس سے کر رہی تھیں؟لہجہ بتا رہا تھا کہ بات کافی سنگین تھی۔تب ہی تو اکھڑا پن دوسری منزل تک رسائی حاصل کرتے اس کو متوجہ کر گیا تھا۔

آج سے پہلے اس نے کبھی بھی انہیں اس قدر بدتمیزی سے بات کرتے نہیں سنا تھا۔"ہاں فرزین ملک کی دکان پر۔"

پھر آواز یک دم آنا بند ہو گئی۔ پھر دروازے کے بند ہونے کی آواز آئی۔ وہ کمرے سے باہر نکلی۔ گریل پر ہاتھ رکھ کر دروازے کی جانب نظریں اٹھائیں۔ وہ اتنی جلدی میں کہاں گئیں؟

اور یہ فرزین ملک کون ہے؟

یہ دو ہفتے بعد کا منظر تھا۔ پچھلے کتنے ہی روز سے وہ آئمہ خلیل کو پرکھتی رہی تھی۔ اُسے ان کا برتاؤ بدلا بدلا سا لگتا تھا۔ ایسا جیسے ڈھونگ کر رہی ہوں۔ یا لبادہ اوڑھ رکھا ہو۔ وہ پچھلے دو ہفتوں میں سے تین دن ایک ہی وقت کہیں غائب ہو جایا کرتی تھیں۔ کبھی کس تو کبھی کس سہیلی سے ملنے کی وجہ تھما کر دو گھنٹوں کے لئے گھر سے چلی جایا کرتیں۔

تجسّس سے اُس کی جان نکل رہی تھی۔ایک لکھاری کبھی بھی اپنی کتاب اور تفتیش ادھوری نہیں چھوڑتا۔ان کا یوں مشکوک طریقے سے گھر سے نکلنا سو قسم کے اندیشے اس کے دل میں پیدا کر رہا تھا۔

کہیں وہ اس کے والد سے بیوفائی تو نہیں کر رہی تھیں؟

دماغ کہتا تھا کہ جائے اور جا کر پوچھ لے۔لیکن بنا کسی ثبوت کے یوں ہی کسی پر بہتان لگانا بھی اُسے معیوب لگتا۔نہ تو وہ جانتی تھی کہ آئمہ خلیل جاتی کہاں ہیں اور نہ ہی اُسے فرزین ملک سے مُتعلّق کوئی بھی خبر مل پائی تھی۔پتا نہیں کون تھیں یہ خاتون!

دسمبر کا پہلا ہفتہ سر پر آن پہنچا تھا۔اس کے پرچے بھی جاری تھے اور تھا بھی یہ آخری سیمیسٹر۔دماغ جتنا بھی پڑھائی میں لگانے کی کوشش کر لیتی پر ذہن کے گوشے گوشے میں سوالیہ نشان جھلملا رہا تھا۔

اسی رات وہ المیر کا لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گئی۔ ارادہ تو یہی تھا کہ فرزین ملک کے بارے میں آگے پیچھے سے پتا کرنے کی کوشش کرے گی۔ لیکن سوشل میڈیا پر سو سے زائد اس نام کی عورتیں موجود تھیں۔ وہ پریشانی اور مایوسی کی کیفیت سے گھیرے گئی تھی۔

جب اچانک اس کی نظر اسکرین پر لکھے ایک جملے پر گئی۔ "کسی کے بارے میں معلومات نکلوانی ہو تو ہم سے رابطہ کریں۔ گمشدہ اور دریافت شدہ۔" ویبسائٹ کا نام ہی اتنے عجیب طرز کا تھا کہ دل نے کہا رہنے دو پر دماغ نے کہا ایک دفعہ کوشش کر لینا رائیگاں تھوڑی جائے گا۔

Clubb of Quality Content!

اس نے بہت ہمت کر کے اپنا فون اٹھایا اور اس پر نمبر ملایا۔ چند لمحوں تک کال جاتی رہی۔ پھر دوسری طرف سے آواز آئی۔ "گمشدہ اور دریافت شدہ۔ جی بتایئے ہم آپ کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

عالیہ بوکھلا گئی۔سوچ کا سمندر اتنا گہرا ہو گیا کہ اس نے فوراً کال بند کر ڈالی۔کہیں یہ کوئی فراڈ ہی نہ ہو۔کہیں میں پھنس ہی نہ جاؤں۔

اگلی شام جب وہ اپنا آخری پرچہ دے کر گھر آئی تو یونیورسٹی سے ہی ٹھان کر آئی تھی کہ آج پھر سے اس نمبر پر کال کرے گی۔یہی سوچتے ہوئے اس نے ایک مرتبہ پھر سے مطلوبہ نمبر ملا ڈالا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"گمشدہ اور دریافت شدہ۔جی بتائیے ہم آپ کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟"لڑکی کی باریک سی آواز ابھری۔

اپنے دھڑکتے دل کو قابو میں کرتے اس نے لب جدا کیے۔"میں..مجھے کسی کے بارے میں جانکاری چاہیے۔"

"ہم ایسے کسی کو بھی جانکاری نہیں دیتے، مدام۔ آپ کو ہمیں اپنا نام، پتہ اور حالات سے اگاہی کرنی ہوگی۔" یہ سن کر اس نے کال کاٹی۔ سانس بحال کرنے کی کوشش اس کی ہمیشہ کی طرح آج بھی کسی کام نہ آ پائی تھی۔

یہ دو مکمل روز گزرنے کے بعد کا منظر تھا۔ وہ پھر سے اُس نمبر کو اپنے فون کی اسکرین پر کھولے بیٹھی تھی۔ اسکرین پر اس کے دائیں ہاتھ کا انگھوٹا گول گول چکر کاٹ رہا تھا۔ ذہن خیالات اور وہموں کا گھر بنا ہوا تھا۔

یہ تیسری اور آخری کوشش تھی جس کے لئے اس نے بہت ہمت جتائی تھی۔ "ہیلو؟"

"گمشدہ اور دریافت شدہ۔ بتائیے ہم آپ کے کس کام آ سکتے ہیں؟" ایک کانپتا ہوا سانس اس کے حلق سے نکلا۔ "مجھے کسی۔ کسی کے بارے میں جانکاری۔۔ چاہیے۔"

"جی مدام، آپ ااپنانام بتائیں اور شناختی کارڈ نمبر بھی۔"اس نے آنکھیں مایوسی سے بند کرلیں۔اب کیا؟

"بنانام اور-اور شناختی کارڈ کے آپ میری مدد نہیں کر سکتیں؟"بہت سوچ کر اس نے سوال کیا۔"نہیں، مدام۔یہ ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔"

"لیکن.. لیکن کوئی دوسرا راستہ تو ہوگا ناں؟"اس دفعہ وہ مایوسی کے دامن کو تھامے کال نہیں رکھنا چاہتی تھی۔"نہیں.. سوری.."پھر دوسری طرف سے کوئی غیر شناسا آواز ابھری۔ایسے جیسے کوئی اور اس لڑکی سے مخاطب تھا۔چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"ہیلو؟"

زنانہ آواز اب مردانہ آواز سے بدل چکی تھی۔اس نے گھبراتے ہوئے ایک مرتبہ پھر سے کال کاٹنے کے لئے فون کو کان سے ہٹایا۔"بنانام اور شناختی کارڈ کے ہماری کمپنی آپ کی مدد نہیں کر سکتی۔پر میں کر سکتا ہوں۔"

الفاظ پر اس کی انگلیاں تھمیں۔اس نے چونک کر فون واپس کان سے لگایا۔"آپ-آپ کون ہیں؟"

"مجھے سب ول کہتے ہیں۔بتائیں آپ کو کس کی معلومات نکلوانی ہے؟"امید کی ایک خوش گوار لہر اس کے پور پور میں دوڑ گئی۔"لیکن آپ میری مدد کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"سوال کافی مناسب ہے۔دراصل ہماری کمپنی ایمپلائز کو ہر مہینے بونس دیتی ہے۔لیکن یہ ملتا صرف اُسے ہی ہے جو ہر مہینے دس سے زیادہ لوگوں کو بطور کلائنٹ کے پیش کرتا ہے۔میں نے اب تک نو لوگوں کی مدد کی ہے۔اور مجھے مزید ایک انسان کی ضرورت ہے۔اگر آپ کی مدد کروں گا تو مجھے مہینہ پورا ہونا سے پہلے ہی بونس دے دیا جائے گا۔آپ کا بھی فائدہ ہو جائے گا اور میرا بھی۔"

"میں کہیں پر بھی پیش نہیں ہو رہی۔" اس نے ڈر کر کہا تو نووارد کا قہقہہ گونجا۔ "مدام، یہ عدالت نہیں ہے کہ آپ کی یا کسی اور کی پیشی ہو گی۔ یہاں بس میں نے آپ کا نام فہرست میں ڈالنا ہے اور آپ کی مدد کے بدلے ملنے والے پیسے باس کی جھولی میں رکھنے ہیں۔"

"پیسے؟" پیسوں کے ذکر پر اس کا رنگ فوراً اڑ گیا۔ وہ کہاں سے لائے گی پیسے؟

"جی بالکل۔ زیادہ نہیں.. بس دس ہزار کام ہونے سے پہلے اور دس ہزار کام ہونے کے بعد۔" بیس ہزار...! اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ صرف دس یا بارہ ہزار کی بات ہوتی تو وہ اپنی جیب سے دے دیتی لیکن بیس تو بہت زیادہ تھے۔

"بیس تو بہت زیا-زیادہ ہیں۔" دوسری طرف سے ایک گہرا سانس لینے کی آواز آئی۔ "میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سوری۔"

اس نے قرب سے آنکھیں میچیں۔ ہاتھ کی مٹھی بناتے وہ قدرے سیدھی ہوئی۔ "ٹھیک ہے۔۔ میں-میں دے دوں گی۔"

"گڈ۔ چلیں اب آپ مجھے اپنے نام بتائیں اور جس کے بارے میں معلومات چاہیے اس کا بھی نام بتائیں۔" عالیہ آلتی پالتی مار کر آرام سے بیٹھی۔ "میرا نام..."

"کچھ بھی بتا دیں۔ باس کو نام سے زیادہ پیسے سے غرض ہے۔" اس نے بہت سوچنے کے بعد ایک نام کہہ ڈالا۔ "لیا نور۔"

"گڈ۔ اب مطلوبہ انسان کا بھی نام بتائیں۔" صفحے پلٹانے کی آواز ابھرنے لگی۔ "فرزین ملک۔"

Clubb of Quality Content!

"ایک منٹ انتظار کریں۔ پلیز۔" وہ چپ چاپ سے انتظار کرنے لگی۔ پورا ایک منٹ بیت گیا۔ تو وہ شخص پھر سے بولا۔ "پورے پاکستان میں انچاس فرزین ملک ہیں۔ جبکہ اگر صوبوں کے حساب سے تعداد نکالی جائے تو سندھ میں کل تعداد دس ہے۔ جبکہ خیبر پختون خوا میں اٹھارہ ہے۔ بلوچستان میں چار ہے۔ اور پنجاب میں سترہ ہے۔"

"اسلا آباد اور راولپنڈی میں- میں کتنی فرزین ملک رہائش پذیر ہیں؟" آنکھیں ایسے چمک رہی تھیں جیسے اکثر چمکا کرتی تھیں۔ جب بھی اُسے کہانی کا کوئی سرا سمجھ میں آنے لگتا تھا۔

"پہلے میرے دس ہزار.. باقی کام بعد میں۔"

عالیہ نے اُکتاہٹ سے ہونٹ بھینچ لئے۔ "آپ کے پیسے آپ کو مل جائیں گے۔ میں کام ہونے کے بعد ہی آپ کے سارے پیسے دے دوں گی۔"

"اوہوں... میں اپنی بات سے نہیں پھرتا۔ دس ہزار کام ہونے سے پہلے اور دس بعد میں۔" عالیہ کا دل کیا رونے لگے۔ کتنی قریب تھی وہ مطلوبہ جانکاری کے۔

"ٹھیک ہے۔ بتائیں کہا- کہاں پیسے لاؤں؟" اس نے قدرے بدمزہ لہجے سے پوچھا۔

"میرے بینک میں ٹرانسفر کردیں۔ میں اکاؤنٹ نمبر-"

"نہیں...! میں -میرا بینک اکاؤنٹ نہیں ہے۔ کیا کوئی اور -اور ذریعہ نہ- نہیں ہے؟" اکثر اس کی زبان بھوکلاہٹ کا شکار ہوتی زیادہ لڑکھڑانے لگتی تھی۔ "آپ مجھے اپنا ایڈریس دے دیں۔ میں آجاؤں گا پیسے لینے۔"

"نہیں!" وہ فوراً بولی۔ آج سے پہلے کبھی بھی اس کا دل یوں نہیں بھاگا تھا جیسے اس لمحے بھاگ رہا تھا۔ اُسے لگا جیسے معلومات نکلوانے کی بجائے بینک لوٹ رہی ہو۔

"اچھا پھر کسی اور جگہ مل لیتے ہیں۔" وہ اس انسان کے مشورے سن سن کر کچھ ہی منٹوں میں پک گئی تھی۔ "میں آپ سے -سے ملنے نہیں آؤں گی۔ صرف پیسے دینے ہیں تو وہ -وہی دوں گی۔"

"مرضی ہے آپ کی، مدام۔ بتائیں کہاں آؤں؟"

اگلے دن اس نے بڑی ہوشیاری دکھاتے پیسوں سے بھرا لفافہ ایک جگہ پر چھوڑا تھا۔ جو کہ ول نے اٹھا بھی لیا تھا۔

"اسلام آباد میں صرف دو فرزین ملک ہیں۔ جبکہ راولپنڈی میں پانچ ہیں۔" فون کو بستر پر رکھتے اس نے ہیڈ فون کو فون سے جوڑ کر کانوں پر لگایا۔ "لیکن مطلوبہ کونسی سے والی ہیں؟ یہ کیسے پتا چلے گا؟"

"پتا نہیں۔"

"ان میں سے کتنی ورکنگ وومن ہیں؟" پہلی دفعہ اس کا دماغ لکھاری سے زیادہ ایک پولیس والے کی طرح چل رہا تھا۔ "ان میں سے دو کام کرتی ہیں۔ ایک کی راولپنڈی میں دکان ہے۔ اور ایک اسلام آباد کے مال میں کام کرتی ہے۔"

آئمہ خلیل نے دکان ہی کا تو ذکر کیا تھا۔ "دکان والی کی دکان کہاں پر ہے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"مری روڈ پر۔" صرف راولپنڈی میں ہی مری روڈ تھی۔ تب ہی وہ اس کا اشارہ آرام سے سمجھ گئی تھی۔ "اور یہ رہتی کہاں پر ہیں؟"

"پچھلے چار مہینوں سے لاہور میں ہیں۔ ویسے اسلا آباد میں رہتی ہیں۔"

"لاہور میں کہاں پر؟" اس نے مزید ایک سوال کیا۔ ذہن میں تو بہت سے سوالات تھے۔ پر زبان تک چند ہی آپا رہے تھے۔ "لاہور میں کانٹینینٹل ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تھینک یو۔ یو سو چ۔"

"کوئی بات نہیں۔ اب میرے پیسے؟" کچھ پل کے لئے رکا پھر بولا۔ جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔ "آپ اس معلومات کا غلط استعمال نہیں کر سکتیں۔ اگر آپ نے ایسا کچھ بھی کیا تو میں آپ پر کیس کر دوں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں آپ کہاں پر رہتی ہیں۔"

"وہ۔وہ کیسے؟"

"آپ کی کال ٹریس ہو رہی ہے ساتھ ساتھ۔" وہ چند لمحے خاموش ہی رہی۔ "میں - میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔"

یہ مہینے بعد کا منظر تھا کہ وہ پہلی مرتبہ فرزین ملک کی اسٹیچ اینڈ کلوتھنگ نام کی دکان میں گئی تھی۔ اور دوسری مرتبہ فرزین ملک سے ملی تھی۔ لاہور میں ان کی ملاقات کے بعد عالیہ کو انھوں نے اپنے گھر اور دکان کا پتہ دیا تھا۔

ان کے بقول وہ ہو بہو ماہِ نور خلیل جیسی تھی۔

آئمہ خلیل کا اب ہفتے میں تین بار گھر سے جانا ختم ہو گیا تھا۔ وہ اب مہینے میں صرف ایک دفعہ گھر سے جایا کرتی تھیں۔ جب آج وہ گھر سے نکلیں تو عالیہ موقعے کا فائدہ اٹھاتے ان کے پیچھے ہی نکلی تھی۔

وہ ٹھیک چار بج کر پینتالیس منٹ پر دکان کے اندر موجود تھیں اور عالیہ دکان کے باہر رکھی ایک بینچ پر منہ پر

ماسک لگائے بیٹھی تھی۔ تیرہ منٹ گزرنے کے بعد آئمہ خلیل دکان سے باہر آئیں۔ چہرہ ڈھکا ہوا اور ہاتھوں پر دستانے۔ کتنا عجیب حلیہ تھا ان کا۔

پھر جب وہ گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئیں تو ایک مرد دکان سے نکلا۔ اس کا بھی چہرہ چھُپا ہوا تھا۔ نظریں جھکی ہوئیں اور قدم محتاط تھے۔ کیا یہی وہ انسان تھا جس کی خاطر وہ یہاں آتی تھیں؟ اس نے سوچا۔

Clubb of Quality Content!

لیکن ثبوت نہ ہونے کے برابر تھا۔ تو جب وہ بھی نکل گیا تو وہ دکان میں پہلی مرتبہ داخل ہوئی۔ اُسے دیکھ کر فرزین ملک خوش تھیں۔ دونوں کچھ منٹ بیٹھ کر باتیں بھی کرتی رہی تھیں۔

پھر عالیہ نے گھر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

یہ آئمہ خلیل کا دوسرا چکر تھا اس دکان پر۔ جو کہ مارچ کے مہینے میں ممکن ہوا تھا۔ پورے دو مہینے گزار کر وہ یہاں آئی تھیں۔ اور عالیہ ٹھیک ان کے پیچھے پیچھے تھی۔

پچھلی بار کی طرح اس دفعہ بھی آئمہ خلیل کے نکلنے کے ٹھیک دو منٹ بعد وہ نووارد شخص نکلا تھا۔ اب تو عالیہ کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اسی سے ملنے یہاں آتی تھیں۔

Clubb of Quality Content!

لیکن اس مرتبہ عالیہ پورا ارادہ کر کے آئی تھی کہ بنا جان کاری حاصل کیے یہاں سے نہیں جائے گی۔ وہ اندر گئی اور فرزین ملک سے بیٹھ کر کافی دیر باتیں کرتی رہی۔ پھر اس نے بات کو ایسا گھمایا کہ فرزین ملک کی زبان سے خود باخود آئمہ خلیل کا ذکر ہونے لگا۔

ان کی باتوں سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ جانتی ہی نہیں تھیں کہ آئمہ ریحام اب آئمہ خلیل بن چکی ہیں۔مزید انھوں نے اُسے ماہ نور اور آئمہ خلیل کے بیچ پیش آئے واقعے سے آگاہ کیا تھا۔

ان کے بات کرنے کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ آئمہ خلیل اور اس کی ماں کے آپسی تعلقات بالکل اچھے نہیں تھے۔اس کا شک اتنی پھرتی سے آئمہ خلیل پر گیا تھا۔کہ اس کی ماں کی موت ہو جانے کے بعد آئمہ خلیل نے جان کر اسی عورت کے شوہر سے شادی کر لی جس سے وہ سب سے زیادہ نفرت کرتی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اور اب جب ان کا مقصد پورا ہو گیا تھا تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ بے وفائی کرنے پر آمادہ تھیں۔ اُسے بہت دکھ ہوا تھا۔تکلیف ہوئی تھی۔یہ جان کر کہ اس کی سوتیلی ماں نے اپنی اصلی پہچان پوشیدہ رکھی تھی۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا وہ قلم بند کرتی گئی۔ قلم چلتا گیا اور کہانی بڑھتی گئی۔ موسم بدلتا گیا اور چہرے بدلتے گئے۔ سب کچھ بدل رہا تھا۔ بس نہیں بدل رہا تھا تو اس کا ذہن۔ جو کہ آئمہ خلیل کو لے کر پریشان سا رہنے لگا تھا۔

اس نے اس دوران کتنی ہی مرتبہ المیریا خلیل محمد کو آئمہ خلیل کی حقیقت بتانے کی کوشش کی تھی۔ وہ روز صبح اٹھ کر سوچتی تھی کہ آج تو ضرور بتاؤں گی۔ لیکن پھر ان کی ہنستی بستی زندگی کو دیکھ کر اُس کا دل برا ہو جاتا تھا۔

پورا گھر، گھر کا ایک ایک بندہ آئمہ خلیل کے گیت گاتا تھا۔ سب کو وہ بہت پیاری تھیں۔ اتنی خوبصورتی سے جو انھوں نے چہرے پر خول چڑھا رکھا تھا۔

مئی کا مہینہ آیا تو آئمہ خلیل بیچ کی تاریخوں میں سے ایک میں گھر سے مشکوک سے قدم باہر لیتیں کہیں کے لئے نکل گئی تھیں۔ نہ خلیل محمد گھر پر تھے اور نہ ہی وہاج۔

صرف المیر گھر پر تھا۔ موقعے کا فائدہ اٹھاتے وہ خلیل محمد اور آئمہ خلیل کے کمرے میں جا پہنچی۔ ہر چیز کو اچھے سے چیک کرنے کے بعد اس نے باتھروم کا رُخ کیا تھا۔ باتھروم کی دیواروں پر نصب دراز نما ڈبوں کو کھول کر اس نے ایک ایک چیز کو کنگھال کر رکھ دیا تھا۔

مایوسی کا مظاہرہ کرتے وہ وہاں سے نکلنے ہی والی تھی جب وہ ٹھہری۔ ایک مرتبہ پھر سے دراز کو کھولتے اس نے اس میں سے شیمپو کی وہ بوتل نکالی جو پچھلے ناجانے کتنے مہینوں سے ادھر دھری ہوئی تھی۔ کتنی عجیب بات تھی کہ یہ والا شیمپو تو اب گھر میں کوئی استعمال بھی نہ کرتا تھا۔ پھر بھی اس کی بوتل یہاں موجود رہتی تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

اس نے بوتل کو اوپر سے نیچے ہلایا۔ زور زور سے۔ کوئی آواز نہ آئی۔ پھر اس نے ڈھکن اتار کر بیسن پر رکھا اور اندر جھانکا تو اُسے ایک چھوٹا سا موبائل نظر آیا۔ موبائل کے نیچے اور آگے پیچھے روئی رکھی ہوئی تھی۔ اُسے ہر طرح سے روئی سے گھیرا گیا تھا۔ شاید اس لئے کہ جب کوئی اُسے اٹھا کر ہلائے تو فون کے ٹکرانے سے کوئی آواز کانوں تک نہ پہنچے۔

لیکن انہوں نے یہ فون چھپا کیوں رکھا تھا؟ یا پھر یہی وہ فون تھا جس سے وہ اس شخص کو کال کرتی تھیں۔

اس نے فون کی اسکرین جلائی۔ کافی پرانا ماڈل تھا۔ بٹنوں والا۔ اُسے اس کو استعمال کرنے میں بہت دشواری کا سامنا تھا۔ اس لئے اس نے جیسے تیسے کر کے میسیجز کھولے۔

صرف تین میسیج موجود تھے۔ تینوں ایک ہی نمبر پر بھیجے گئے تھے۔ پہلے دو میں او کے لکھا تھا اور آخری قدرے عجیب طرز کا تھا۔ جس میں ایک سے لے کر تین تک اعداد درج تھے اور ان کے آگے تین مختلف پتے لکھے تھے۔

ایک - قبرستان

دو - گلی اور اس کے باہر کالے اور نیلے رنگ کا بورڈ

تیسرا - اینٹوں سے بنا گھر۔ سیکورٹی گارڈ۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کی آنکھیں اتنے عجیب پیغام پر الجھن کا شکار ہوئیں۔اس سب کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس نے سوچتے ہوئے اپنے فون کی مدد سے اس کی تصویر لی اور سب کچھ ویسے ہی واپس اس کی جگہ پر رکھ کر کمرے میں آئی ہی تھی کہ آئمہ خلیل بھی اسی لمحے کمرے کی دہلیز پر قدم رکھ گئیں۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو، عالیہ؟" وہ آواز پر چونکی۔دل زور زور سے بھاگا۔چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔اس نے اپنی حالت کے پیش نظر تھوک نگلتے مسکرانے کی کوشش کی۔"میں..وہ.." آگے پیچھے نظریں ڈالیں۔"..بابا کا پرفیوم دیکھنے آئی تھی جو مرزا انکل نے ان۔انہیں نیا دیا تھا تو۔تحفے میں۔"

آئمہ خلیل نے اُسے سر تا پیر دیکھا پھر دھیرے دھیرے سر ہلا دیا۔"پھر کیسی خوش بو ہے اس کی؟" آرام سے بیڈ کے کنارے جا کر بیٹھ گئیں۔

"اچ-اچھی ہے بہت۔" ایسے حالات میں اس کی لڑکھڑاتی زبان واقعی کام آجاتی تھی۔ جیسے کہ وہ ابھی سچ مچ گھبرائی ہوئی تھی اور زبان بھی اسی وجہ سے رک رہی تھی۔ پر آئمہ خلیل کو یہی لگ رہا تھا کہ اس کی زبان تو برسوں سے ایسی ہے۔

"تمہارے بابا کہہ رہے تھے کہ تمہیں ہی دے دیں گے۔ میں نے کہا عالیہ کو کہاں موتیے کے علاوہ کوئی دوسری خوشبو پسند ہے۔" ساڑھی کا پلو سہی کیا۔

"جی.." یہ تو وہی جانتی تھی کہ اس کا ڈر اُسے وہاں سے بھاگ جانے کے لئے اکسا رہا تھا۔

"کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھو ناں۔" اپنے ساتھ بستر کو تھپتپایا۔

"در-دراصل میں کتاب لکھ رہی تھی۔ اگر ابھی جا کر خیال کو نہ لکھا تو بھ- بھول جاؤں گی- گی۔" آئمہ خلیل مسکرائیں اور پھر اُسے جانے کی اجازت دے دی۔

یہ جون کا وہ روز تھا جب آئمہ خلیل نے گھر پر بتا رکھا تھا کہ وہ کسی سہیلی سے ملنے چار بجے نکلیں گی۔ عالیہ کے ارادے اب قدرے بدل چکے تھے۔ وہ ان کے نکلنے سے پہلے ہی مری روڈ کے لئے نکل گئی تھی۔ فرزین ملک کی دکان پر اس نے دوسری منزل پر جا کر باتھروم میں عبایا اوڑھا تھا اور چہرے پر نقاب چڑھایا تھا۔

وہ پھر نچلی منزل پر آئی تھی۔ فرزین ملک اس کی دیکھ کر ہنسی تھیں۔ انھوں نے پوچھا تھا کہ یہ کیوں کر لیا؟ تو اس نے جواب دیا تھا کہ اس آبائے کا ناپ لے کر رکھ لیں۔ مجھے ایسا ہی ایک عبایا چاہیے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

پھر پانچ ہی منٹ تک اسے ہیلز کی ٹک ٹک سنائی دی تھی۔ وہ رُخ پھیر کر بیٹھ گئی۔ اُسے موتیے کی خوشبو اس قدر پسند تھی کہ جہاں جاتی اُسے لگا کر جاتی۔ پر آج خود کی شناخت بدلنے کے لئے اس نے کوئی اور خوشبو لگائی تھی۔ تا کہ آئمہ خلیل کو شک نہ ہو۔

چند ہی منٹ بعد ایک شخص آکر اندر بیٹھا۔وہ اور آئمہ خلیل ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔اور ان کے درمیان گفتگو اتنی دھیمے لہجے اور آواز میں ہو رہی تھی کہ وہ کچھ ٹھیک سے سن بھی نہیں پا رہی تھی۔

ان کی موجودگی میں ایک ایسی حرکت بھی ہوئی تھی جس پر عالیہ کو ہنسی آئی تھی۔اور اس کے دل کیا تھا پیچھے مڑ کر دیکھے پر وہ نہیں پلٹی۔

پھر وہ دونوں چلے گئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

عالیہ نے اگلے ہی دن فیصلہ کیا تھا کہ آج آئمہ خلیل سے دو ٹوک بات کر کے رہے گی۔گھر پر ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔گھر کے باہر سے تیز دھوپ کھڑکیوں سے جھانک رہی تھی۔عالیہ نے ضد کی تھی کہ آج سب کام والوں کو چھٹی دے دی جائے کیونکہ وہ آئمہ خلیل سے ڈھیر باتیں کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

ٹھیک ویسے ہی ہوا تھا۔ گھر میں کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ صرف وہ تھی اور اُس کی مخالف سمت میں بیٹھیں آئمہ خلیل۔ جن کا دل بھی ان کے لباس کی طرح سیاہ تھا۔ "بتاؤ کون کون سی باتیں کرنی ہیں تم نے مجھ سے؟" وہ مسکرائیں۔

اُسے ان کی ہر چیز سے نفرت ہو رہی تھی۔ آنکھوں سے، مسکراہٹ سے، چہرے سے۔
"آپ میرے، المیر بھائی اور وہاج میں سے سب سے زیادہ کس سے محبت کرتی ہیں؟"

ناولز کلب

وہ اس کے سوال پر دھیرے سے ہنسی۔ "یہ کیسا سوال ہے؟ تم تینوں ہی میرے بچے ہو۔ تم تینوں سے ہی میں بہت محبت کرتی ہوں۔"

عالیہ نظروں میں غیر شناسائی لئے انہیں دیکھتی گئی۔ دیکھتی گئی۔ جھوٹ واقعی ایک ایسا مادہ ہے جو کہیں بھی ایک دفعہ شامل ہو جائے.. اپنے آپ کو اس جگہ کا وارث بنا لیتا ہے۔ کہ پھر یقینی طور فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ سچ کی مقدار کتنی ہے اور جھوٹ کی ملاوٹ کتنی ہے۔

کہانی کا یہ پہلو یہیں اختتام کو پہنچتا ہے۔اب بڑھتے ہیں **حال** کی طرف۔

"تم کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟"سانولی مکار رنگت لئے وہ چہرہ پھولا ہوا تھا۔"میڈم کام بہت تھا۔ابھی ہی فارغ ہوا ہوں۔"

"خضر کا کیا ہوا؟"اپنی ہیرے کی انگھوٹی کو انگلی پر اوپر نیچے کرتے ہوئے انہوں نے فون کو اسپیکر پر کیا۔"خضر کو جلد ہی اٹھالیا جائے گا۔بس میں مکمل انتظام کر لوں۔"

ناولز کلب

"اور ایک اور بات ہے۔کان کھول کر سننا۔المیر اور راحم کے پاس کچھ تصاویر ہیں۔جن میں نفیسہ احسان کو پیسے دیتے ہوئے دیکھی گئی ہے۔مجھے کسی بھی طرح پتا کروا کر دو کہ اس نے وہ پیسے کس لئے دیئے تھے اُسے۔اور یہ بھی کہ پیسے آئے کہاں سے آئے اس کے پاس۔"

"ٹھیک ہے۔میں پتا کرتا ہوں۔"

****

اگلے دن کی شام وہ گھر ایک دم سنسان تھا۔ یہ پچھلے کچھ مہینوں سے بند پڑا تھا۔ آس پاس لمبی لمبی گھاس اگ آئی تھی۔ سورج کے غروب ہونے کا وقت تھا۔ آس پاس سے گیلی مٹی کی خوشبو آرہی تھی جیسے کوئی پودوں کو پانی دے رہا ہو۔

تب ہی وہ شخص آگے پیچھے دیکھتے گھر کے ان اندر گھسا۔ یہ نفیسہ کی ذاتی جائیداد تھی۔ جو کہ ایک منزل پر مبنی تھی۔ گھر چھوٹا سا تھا۔ ہر طرف اندھیرے کا گزر تھا۔ نووارد یہاں پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس نے مزید ایک قدم آگے بڑھایا تو اس کے بوٹس کی وجہ سے فرش سے باریک سی آواز نکلی۔ جیسے لکڑی کا ٹکڑا پاؤں تلے آگیا ہو۔ اس نے آگے پیچھے ہاتھ مار کر دیوار پر سوئچ بورڈ ڈھونڈا۔ جس پر موجود بٹنوں پر ہاتھ مارتے اس نے بتیاں جلانی چاہیں۔ پر کوئی فائدہ نہیں تھا۔ شاید یہاں بجلی سرے سے تھی ہی نہیں۔

وہ سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ پانچ منٹ کے اندر اندر وہ کمرے کو اچھے سے کھنگال چکا تھا۔ دائیں ہاتھ میں ٹارچ اٹھا رکھتی تھی۔ سب کچھ اچھے سے دیکھتے دیکھتے وہ کمرے کے ایک کونے تک بڑھا۔ وہاں ایک الماری رکھی تھی۔ اس نے چند قدم آگے بڑھائے جب اچانک اس کا پیر کسی چیز پر آیا اور اس کے ہاتھ سے ٹارچ سرکتی ہوئی زمین پر جا گری۔

وہ اُسے اٹھانے کے لئے جھکا اور اُسے آرام سے اٹھانے لگا جب اُس سے نکلتی روشنی سامنے کی سمت پڑی۔ سامنے ہی ایک کرسی پر کوئی بیٹھا تھا۔ روشنی کے زیرِ اثر اُس کے پاؤں نمایاں تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اُس نے ڈر کر کچھ قدم پیچھے لئے۔ اور ساتھ ہی ٹارچ ایک طرف پھینک دی۔ مقابل کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا پر اس کا چہرہ عیاں تھا۔ اس لئے اس نے ٹارچ پھینک دی تا کہ شناخت ظاہر نہ ہو پائے۔

"آؤ آؤ تمہارا ہی انتظار تھا۔" ایجنٹ ایلیون کی آواز سنسان گھر میں گونجی۔ وہ جھٹکے سے کرسی سے اٹھا اور قدموں کی رفتار بڑھاتے اس تک آیا۔ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ نووارد حواس باختہ ہو گیا۔

ایک زور آور لات اس کے پیٹ میں لگی تو وہ کچھ قدم پیچھے ہوا۔ کراہنے کی آواز زبان سے نکلنے ہی والی تھی کہ اس نے ضبط کر لیا اور آگے بڑھتے ایجنٹ پر وار کرنے کی کی جب وہ نیچے جھکا اور اس کا وار ضائع گیا۔

نووارد رکا نہیں.. اس نے اس پر مٹھی بھینچتے وار کرنے کی کوشش کی جب ایجنٹ نیچے جھک کر بازو کے تلے سے نکلا اور برق رفتاری سے اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔ اس کے بازو کو تھامتے اس نے اُسے زور سے اُس کی پشت سے لگایا۔ "مجھے پتا تھا تم ضرور آؤ گے۔ تم یہی سوچ رہے ہو گے ناں کہ مجھے تمہاری یہاں آمد کا علم کیسے ہوا؟ اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مجھے سب پتا ہوتا ہے۔ کیا کہاں اور کیسے انجام پا رہا ہے، مجھے ایک ایک خبر ہوتی ہے۔" سرگوشی کی تو نووارد نے جھرجھری لی۔

پھر اپنی ٹانگ کو اس کی ٹانگوں میں پھنساتے اُسے زور سے نیچے گرایا۔ پانچ منٹ میں وہ اس کی حالت بگاڑ چکا تھا۔ لحاظ کا دامن ہاتھ سے چھوڑتے اس نے مزید دو منٹ لگا کر اس کے چہرے کا نقشہ بگاڑا۔

جب وہ حواس کھو بیٹھنے کی دہلیز پر آن پہنچا تو ایجنٹ ایلیون نے اس کو اپنی گرفت سے آزاد کیا۔ لڑائی کے دوران منہ میں جمع ہو جانے والا خون پھر اس کے پاس ہی زمین پر تھوکا۔

"تم مرو گے.. اور وہ بھی میرے ہاتھوں سے۔ تمہارے باس کے بعد تمہاری باری ہے۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔ اس لیے تیاری پکڑ لو!" اس نے زمین سے اپنی سیاہ رنگ کی لیدر کی جیکٹ اٹھا کر اچھے سے جھاڑی پھر اُس پر ایک مسکراتی نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔ "ایجنٹ ایلیون کہتے ہیں مجھے۔ اپنے مالک کو ضرور بتانا۔" پھر وہ وہاں سے نکل گیا۔

"باس، ایجنٹ ایلیون ہے اس سب کے پیچھے۔ وہ آپ کے خلاف ثبوت چھوڑ رہا ہے جگہ جگہ۔ ناجانے اُسے کیسے خبر ہو گئی کہ میں نفیسہ کے گھر جانے والا ہوں۔" وہ اپنے زخموں پر مرہم لگاتے ہوئے اُسے بتا رہا تھا۔

"اب یہ کون ہے؟"

"ہے ایک... انسان۔ میں جانکاری نکلواتا ہوں اس کی۔"

"فلحال تو خضر کو اٹھاؤ.. باقی سب بعد میں دیکھ لیں گے۔"

****

اگلی صبح تمام اہلکار تھانے میں موجود اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ المیر خلیل چوری کے ایک کیس کی تحقیق کے لیے تھانے سے جانے ہی والا تھا جب قوی بھاگتا ہوا اس تک آیا۔ "سر.."

"ہاں کیا ہوا؟" اس نے میز سے چابیاں اٹھائیں پھر کرسی سے ایستادہ ہوا۔ "یہ دیکھیں۔" اس نے اپنا فون اس تک بڑھایا۔

جس کی اسکرین پر ایک ویڈیو چالو تھی۔ جس میں بنا نمبر پلیٹ کے ایک سیاہ رنگ کی کورولا کسی عام سڑک سے گزرتی دیکھی جاسکتی تھی۔ اس نے اسکرین پر سے نظریں ہٹا کر اُسے دیکھا۔ "سر.. جب وہ دو ایجنٹس پولیس مقابلے سے بھاگے تھے تو وہ کسی گاڑی میں بیٹھ کر گئے تھے۔ اس جانکاری کو نظر میں رکھتے میں نے آس پاس کی سڑکوں کے کیمرے چیک کیے ہیں۔ ٹھیک اُس وقت یہ گاڑی..." اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ "...اسی طرف سے جی ٹی روڈ پر پڑی تھی۔"

"لیکن یہ اتفاق بھی تو ہو سکتا ہے، قوی۔" گاڑی کی نمبر پلیٹ پر زوم کرتے اس نے واپس اس کی طرف دیکھا۔

"ممکن ہے۔ لیکن اتفاق صرف ایک دفعہ ہوتا ہے۔ دو دفعہ تو نہیں۔ بالکل یہی گاڑی میں نے جمال احمد کے کیس کی تفتیش کرتے ہوئے اس کے اغواہ سے دو روز پہلے کی فوٹیج میں دیکھی

تھی۔ کچھ دیر گاڑی کھنڈر سے ذرا فاصلے پر کھڑی رہی تھی۔ ٹک شاپ کے کیمرے کا رُخ ایسا تھا کہ سوار کو دیکھنا مشکل تھا پر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ اور وہ ایک ہی گاڑیاں ہیں۔"

اس نے سمجھتے ہوئے سر اوپر نیچے ہلا دیا۔ "ٹھیک ہے۔ ایک کام کرو محمت کے ساتھ مل کر نفیسہ، غنی اور احسان کی جائے واردات پر اس کی موجودگی کا پتا لگواؤ۔"

"سر محمت کی امی بیمار ہیں۔ وہ آج نہیں آ پایا.. سلیم اور میں چیک کر لیتے ہیں۔"

Clubb of Quality Content!

"ٹھیک ہے.." وہ کہہ کر میز سے دو قدم آگے بڑھا۔ پھر کچھ سوچ کر پلٹا۔ ".. محمت سے کال کر کے پوچھو اگر اُسے کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت ہے تو مجھے ضرور بتائے۔"

"جی سر۔"

****

ایجنٹ فائیو کے فون میں لگے ٹریکر سے وہ اُس کی ایک ایک حرکت سے باخبر تھے۔ پچھلے کچھ دنوں کی نسبت آج اس کی منزل گھر سے دفتر اور دفتر سے کوئی اور جگہ تھی۔ اسی چیز کو مدے نظر رکھتے ہوئے سلیم اور قوی اس کا تعاقب کر رہے تھے۔

"یہاں سے ٹرن لیں، بھائی۔" قوی نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو اس نے موڑ کاٹا۔ پھر ایک دکان کے آگے گاڑی روک دی۔

کچھ ہی فاصلے پر ایجنٹ فائیو ایک بینچ پر بیٹھا تھا۔ ایسے جیسے کسی کا انتظار کر رہا ہو۔ چند لمحے گزرے ہی تھے کہ کوئی آکر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ پچپن سے ساٹھ سالہ شخص تھا۔ اتنا تو اندازہ اس نے اسٹریٹ لیمپ کی روشنی میں لگا ہی لیا تھا۔

"بھائی، یہ کون ہے؟"

Clubb of Quality Content

سلیم کی آنکھیں اس پر مرکوز تھیں۔اس کا چہرہ ایجنٹ فائیو کے سراپے کی وجہ سے ڈھکا ہوا تھا۔وہ دونوں سامنے کی سمت دیکھتے زیرِ گفتگو تھے۔"جیسے ہی یہ بینچ سے اٹھے گا،ہم دونوں باہر نکل جائیں گے۔"

اگلے ہی منٹ وہ اٹھا اور پیچھے کی طرف مڑ گیا۔دو عمارتوں کے درمیان ایک تنگ سی گلی تھی۔ وہ اسی سمت چل پڑا تھا۔جبکہ ایجنٹ آگے کی طرف بڑھا۔

وہ دونوں تب ہی گاڑی سے اترے اور اس کے پیچھے لپکے۔ سلیم پھرتی سے آگے بڑھا اور اُس کو گردن سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا۔"نواب منیر۔"اس کی آنکھیں پھیلیں۔"تم اس کے ساتھ ملوث تھے؟"

"کیا؟کس کے ساتھ..اور کون ہو تم؟"

"یہ ضروری نہیں ہے۔یہ ضروری ہے کہ تم اس ایجنٹ کے ساتھ کیا کر رہے تھے.."قوی فوراً بولا۔

"کون ایجنٹ؟میں کسی ایجنٹ کو نہیں جانتا۔"نواب منیر ایک ریٹائرڈ ایس ایچ او تھا۔جس کی زیرِ نگرانی بہت سے اہلکاروں نے تربیت پائی تھی۔اور سلیم ان ہی میں شامل تھا۔"تم وہاں اس بینچ پر جس شخص کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے،وہ کون تھا؟"بینچ کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے نہیں پتا۔میں تو فون پر بات کر رہا تھا۔"وہ شاید اچانک افتاد پر قدرے گھبرا گیا تھا۔
"لیکن فون تو تم نے کان سے نہیں لگا رکھا تھا۔"

"میں نے ہینڈز فری لگا رکھے تھے۔یہ دیکھیں..."اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اُسے ٹٹولا۔ لیکن یہ کیا؟ہینڈز فری تو تھے ہی نہیں۔حیرت سے آنکھیں بڑی ہو گئیں۔"...ابھی تو جیب میں ہی تھے۔"

"تھانے لے کر جاؤ اسے۔اس کی خاطر داری کرتے ہیں بھرپور۔" پشت پر زور ڈالتے اُسے چند قدم آگے لینے پر مجبور کیا گیا۔اور قوی اُسے لے کر گلی سے نکلا۔ سلیم بھی اس کے پیچھے ہی تھا۔

وہ تینوں گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔جب سلیم کو چیخنے کی آواز آئی۔وہ پلٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایجنٹ فائیو کو کچھ لوگ کیری ڈبے میں کھینچ رہے تھے۔اور وہ چلا رہا تھا۔

اس نے بنا کچھ سوچے اس کی طرف دوڑ لگائی۔لیکن اس کے پہنچنے تک وہ گاڑی اُسے لے کر نکل بھی گئی تھی۔وہ آکر گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی میں لگی اسکرین پر نظریں ڈالیں۔جہاں ٹریکر اس کی موجودگی کا پتہ آس پاس ہی دے رہا تھا۔یعنی وہ اُسے اغواہ کرنے سے پہلے اس کا فون یہیں کہیں پھینک چکے تھے۔

"کیسے جانور انسان ہو تم...! کتنے زور سے کھینچا مجھے تم نے گاڑی میں۔" اس نے ایجنٹ فور کے بازو پر تھپڑ مارا تو وہ ہولناک ہنسی کے ساتھ زور سے سر جھٹک کر ہنسا۔

"تھینک یو باس۔" اس نے ایجنٹ ایلیون کو دیکھ کر کہا جو کہ گاڑی چلا رہا تھا۔ سب کچھ ایک دم پلان کے مطابق ہوا تھا۔ وہ پلان جو کہ ٹریننگ کے وقت سب ایجنٹس کے گوش گزار کیا گیا تھا۔

"ایجنٹ ون کہاں ہے؟" اس نے آگے پیچھے دیکھا۔ تو ایجنٹ سیون اور فور نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ "وہ شہید ہو گیا۔" ایجنٹ ایلیون نے بلا جھجھک وہ کہہ ڈالا جسے کہنے میں انہیں دشواری کا سامنا تھا۔ "کیا؟!"

"ہاں.. پولیس مقابلے میں مارا گیا وہ۔" ایجنٹ سیون بولا۔ "اور باقی ایجنٹس؟"

"ایجنٹ ٹو ہسپتال میں ہے۔ اسی مقابلے میں اُسے پیر پر گولی لگی تھی۔ اور ایجنٹ تھری شہر سے باہر ہے۔" ایجنٹ فور نے وضاحت دی۔ "تو اب کیا پلان ہے باس؟"

"اب یہ ہوگا کہ ایجنٹ فور اور سکس اگلے ہفتے ملک سے باہر جا رہے ہیں۔اور تم اور باقی دونوں غیر قانونی راستے سے ملک سے باہر جاؤ گے۔آج ہی سارے انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔"

"لیکن.. لیکن کیوں؟"اس نے الجھتے ہوئے باقیوں کی طرف دیکھا۔"ہمارا مقصد پورا ہونے والا ہے۔اور تم سب کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔ہم پہلے ہی ون کو کھو چکے ہیں۔اب مزید کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"اور وہ جمال؟"

"اُس کو بھی تمہارے ساتھ ہی غیر قانونی رستے سے ملک سے باہر بھیجا جائے گا۔"اُس نے افسردہ سا چہرہ بنالیا۔"باس دشمن کا زوال دیکھنے کے لئے آپ کو ویڈیو کال کرنی پڑے گی؟"

"نہیں..دشمن کے زوال کا وقت شروع ہو گیا ہے۔تم لوگ اُسے دیکھ کر ہی جاؤ گے، پریشان نہ ہو۔"

"ایسے کیسے ایجنٹ اغواہ ہو گیا.. تم دونوں سو رہے تھے؟"المیر نے غصے سے میز پر دونوں ہاتھ رکھے تو اہلکار اچھلے۔"سر، میں اس کی طرف ہی جا رہا تھا کہ اتنے میں وہ لوگ آئے اور اُسے اٹھا کر لے گئے۔"

"میں نے کیا بکواس کی تھی؟ کہا تھا ناں کہ اُسے لئے بغیر نہ آنا...!"وہ غصے میں نہایا ہوا تھا جیسے ابھی کچھ اٹھا کر سر میں مار دے گا۔

"لیکن سر، اُسے اغواہ کون کر سکتا ہے؟"محمت نے سوال کیا تو المیر نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔"کوئی اغواہ نہیں ہوا ہو گا اس کا۔ ایجنٹس کے ٹولے نے مل کر ڈرامہ رچایا ہو گا تاکہ ایجنٹ بچ بھی نکلے اور ہمیں ان پر شک بھی نہ ہو۔"

اُسے نواب منیر سے تحقیق کیے آدھا گھنٹا ہو گیا تھا۔اس کے مطابق پولیس فورس سے رخصت ہونے کے بعد وہ کوئی اور نوکری نہیں کرتا تھا۔اور نہ ہی اس کا کسی ایجنسی سے تعلق تھا۔

اور چونکہ المیر ایک ہی وقت میں اتنے مسلے دیکھ رہا تھا اس لئے راحم نے خود ہی منیر کو جانے دے دیا تھا۔اس کے خیال میں اس کا ایجنٹ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

****

رات کے دس بج رہے تھے۔بتیوں سے درخشاں اسٹیڈیم خالی خالی تھا۔گراؤنڈ میں سُرمئی آنکھیں اور سبز آنکھیں مدمقابل تھیں۔آج اتنے ماہ بعد وہ دونوں فٹبال کھیلنے کا ارادہ کرتے ہوئے ادھر آئے تھے۔

راحم نے سیاہ رنگ کا ٹریک سوٹ پہنا ہوا تھا اور المیر نے گہرے نیلے رنگ کا۔ ریفری کے طور پر وہاج سفید رنگ کے کپڑے پہنے ان دونوں کے بیچ کھڑا تھا۔ گول کیپر کے طور پر دو لڑکوں کو رکھا گیا تھا جو کہ سٹیڈیم کے رکھوالے تھے۔

میچ کی ابتدا ہو چکی تھی۔ بال پر پہلا قبضہ راحم رضا نے کیا تھا۔

وہ بال کو لئے اُسے آگے پیچھے گھماتا جالی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور المیر اس سے اُسے چھیننے کی کوشش میں تھا۔ چند مزید منٹ یہی ہوتا رہا جب راحم نے پہلا گول داغا۔ لات اتنی شدت کے ساتھ بال کو لگی کہ جالی سے ٹکرا کر آر پار ہو گئی۔

سبز آنکھیں مخالف پر گئیں۔ اس نے ایک آنکھ دبائی۔ المیر نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔ اب کہ بال پر اس کا مکمل قبضہ تھا۔ مخالف کی ہی طرح بال کو گھماتے اس نے لمحے بھر کے تعاقب کے بعد راحم کے خلاف گول کر ڈالا۔

اب کہ دونوں کا ایک ایک گول ہو چکا تھا اور آدھا ٹائم بھی بیت گیا تھا۔ بریک جاری تھی اور وہ پانی پینے میں مصروف تھے۔ تب ہی کوئی دوسرا پے آکر تماشائیوں والی نشستوں پر بیٹھے۔ ان دونوں نے چہرہ موڑ کر دیکھا۔ حیرت کے تاثرات دونوں کے چہروں پر پھیلے۔

سب سے پہلے المیر نے آگے قدم بڑھایا اور اس کے پیچھے راحم نے۔ وہ دونوں کرسیوں کے پاس پہنچے تو وہاج کو ان سے باتوں میں مشغول پایا۔ ایک نے بھورے رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی اور دوسری نے سیاہ رنگ کی۔

"تم دونوں ادھر؟" المیر نے مسکرا کر پوچھا پھر وہاج کو ساتھ کھسکنے کا اشارہ کرتے ہوئے اِشفا کے پاس آرام سے بیٹھ گیا۔

"برو ون اینڈ برو ٹو.. بھابی اور مہوین آپی کو میں نے اس شاندار میچ پر مدعو کیا تھا۔ اب میں اکیلا بور ہو جاتا تو میں نے سوچا ان کو بلا لوں۔"

راحم نے مسکراتے ہوئے سر اوپر نیچے ہلایا۔اِشفا سے حال احوال پوچھنے کے بعد اُس کی نظر مہوین پر پڑی۔ جو پہلے سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ عادت سے ہٹ کر جب اُس نے اُسے خود کو تکتے پایا تو نرمی سے مسکرایا لیکن تب ہی اُس نے نظریں جھکا لیں۔ مقابل کی مسکراہٹ سمٹی۔اُس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"بریک ختم ہونے والی ہے۔ چلیں واپس گراؤنڈ میں۔اور اِشفا آپی.. "وہ اس کے طرف مڑا۔"..آپ کس کو سپورٹ کر رہی ہیں؟"

"میں.. "تفصیلیہ نگاہ المیر پر ڈالی جو اُسے کن اکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔"...راحم بھائی کو۔"اس نے مسکراتے ہوئے سر دائیں بائیں ہلایا۔اِشفا مین اس کی توقع پر ایک مرتبہ پھر سے پورا اتری تھی۔

"اور مہوین آپی آپ؟"اس نے اُسے مخاطب کیا۔سب نے اس کی طرف دیکھا اور اُس نے گھبراتے ہوئے سب کی طرف۔

"المیر کو ہی کریں گی.. میرے ساتھ تو ویسے ہی جنگ چل رہی ہے ان کی۔"زیرِلب بڑبڑایا تو المیر نے چہرہ موڑ کر دیکھا۔ایک ابرو اُچکائی تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"میں..المیر بھائی کی طرف ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے..."

پانچ منٹ میں وہ دونوں واپس گراؤنڈ میں موجود تھے۔گیم پھر سے جاری ہو چکی تھی۔اِشفا راحم کے اور مہوین المیر کے نام کے نعرے لگا رہی تھی۔جبکہ وہاج ان دونوں کے ساتھ ساتھ بھاگتے ہوئے اپنے نام کے نعرے لگا رہا تھا۔

پندرہ منٹ بیت چکے تھے اور آخری کے پانچ منٹ باقی تھے۔بال المیر کی قید میں تھی وہ اُسے گول کی طرف بڑھا ہی رہا تھا جب راحم نے برق رفتاری دکھاتے ہوئے اُس سے بال لے لی۔

بڑی مہارت سے اُسے اپنے پیروں میں گھماتے اُس نے گول کی طرف دوڑ لگائی۔ جالی سے کچھ فاصلے پر عین مقابل کھڑے ہوتے اُس نے بال کو لات ماری اور وہ اڑتی ہوئی جالی کو چیر گئی۔ لیکن دوسری طرف اس کا توازن برقرار نہ رہ سکا اور وہ بری طرح سے گھاس پر گرا تھا۔

المیر فوراً سے پہلے بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔ راحم منہ کے بل گرا ہوا تھا۔ پھر آرام آرام سے سیدھا ہوا اور اٹھ کے بیٹھ گیا۔ "لگا دی ناں نظر..." پھر اپنے بوٹ کی طرف اشارہ کیا جو کہ آگے سے پھٹ چکا تھا۔

وہ اس کے آگے بیٹھا اور پھر اس کا بوٹ اتار کر سائڈ پر رکھا۔ اتنی دیر میں اِشفا اور مہوین بھی ان کے پاس آچکی تھیں۔ اور وہاج دوائی والا ڈبہ لے کر ان کے پاس ہی گھاس پر زانوں کے بل بیٹھا تھا۔

المیر نے اس کے پاؤں سے موزہ نکالا تو سب کیا دیکھتے ہیں کہ راحم کا دایاں پاؤں بری طرح سے خون سے لتپت تھا۔ "راحم بھائی.. اتنا خون!" اِشفا آگے کو ہوتی حیرت سے بولی۔

"تمہارے شوہر نے نظر لگائی ہے۔" روٹھے ہوئے انداز میں المیر کو دیکھا۔ لیکن وہ اس پر نہیں اس کے پاؤں پر نظریں گاڑھے بیٹھا تھا۔ "کچھ نہیں ہے، المیر۔ پانی گراؤں گا تو ٹھیک ہو جائے گا پیر۔" اس نے پیر قدرے پیچھے کیا۔

"پانی سے تو مزید خراب ہو جائے گا زخم۔ اس پر دوا لگانی چاہیے آپ کو۔" مہوین جھٹ سے بولی۔ راحم نے ڈاکٹرنی کی جانب نظریں اٹھائیں۔ اچھا تو محترمہ بولتی بھی ہیں۔

"وہاج.. لاؤ ڈبہ دو۔" المیر نے ہاتھ بڑھایا۔ "کوئی اور نہیں لگا سکتا دوائی؟ المیر کو ٹوموفوبیہ ہے.. وہ نہیں لگا پائے گا۔" راحم کو فوراً سے یاد آیا تھا۔

"مجھے تو نہیں لگانے آتی دوائی.. اِشفا آپی آپ لگا دیں گی؟" اِشفا نے سر کو اثبات میں ہلایا لیکن پھر رکی۔ "مہوین تم کیوں نہیں لگا دیتیں؟ تمہیں تو علم بھی ہے کہ کیسے لگانی چاہیے۔"

"میں؟" چونک کر بہن کو دیکھا۔ راحم کے چہرے پر ہلکی سے مسکراہٹ آن بیٹھی۔

"نہیں..اِشفا۔رہنے دو۔میں خود کرلوں گا۔"ایسے اچھا بھی تو نہیں لگتا تھا کہ کوئی اس کے پیر کو ہاتھ لگاتا۔اور وہ بھی ایک عورت۔

"نہیں نہیں..مہوین بہت اچھی مرحم پٹی کرتی ہے۔"نام پر اس نے نام کے مالک کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں پھر وہ وہاج کے ہاتھوں سے ڈبہ لیتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ جبکہ المیر اٹھ کر اِشفا کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

اس نے ڈبے میں سے دوا اور روئی نکالی۔پھر دوا کو روئی پر لگاتے اس کے پیر کی طرف بڑھایا۔راحم نے آنکھیں پہلے ہی میچ لی تھیں۔لیکن جب روئی پیر سے ٹکرائی تو اُسے کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔وہ ایک ہاتھ میں ٹشو لئے خون صاف کر رہی تھی اور دوسرے میں تھامی روئی زخم پر ہولے سے لگا رہی تھی۔

راحم نے آنکھیں کھولیں۔آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ راحم کو کسی نے کہیں مرہم لگایا ہو اور اُسے تکلیف نہ ہوئی ہو۔وہ پھونک مارتے ہوئے روئی ٹھیک سے پھیر رہی تھی اور راحم اس کے چہرے پر اپنی نظریں۔

یہ لڑکی اتنی جانی پہچانی کیوں تھی؟ کیوں تھا اس کی موجودگی کا احساس اتنا شناسا سا؟ کیا بات تھی ایسی۔۔

وہ ٹھیک سے دوا لگانے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ راحم کو اٹھا کر کرسی پر بیٹھا دیا گیا۔ لیکن باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

گیارہ اگست کی تاریخ کلینڈر پر ابھری۔ اس کی کلائی میں بندھی بھورے پٹے والی مہنگی گھڑی صبح کے سات بجا رہی تھی۔ ایک ہاتھ سے گیئر لگاتے اس نے دوسرے ہاتھ سے سٹیرنگ وہیل گھمایا۔ سیاہ گھنگھریالے بال پیشانی پر ہمیشہ کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔

ساتھ نشست شخص کی نگاہ بے وقت فلک پر اٹھی۔ جس کا رنگ ہلکے سُرمئی رنگ سے تبدیل ہو چکا تھا۔ شبہ تھا کہ آج بارش ضرور ہو گی۔

المیر کی سیاہ بی ایم ڈبلیو اس منزل کی طرف گامزن تھی جس کا خیال اس کے ذہن سے نکل ہی نہیں پا رہا تھا۔ پچھلے کتنے ہی ہفتوں سے اس کے دماغ کا حصہ حصہ ایک عنوان پر قائم تھا۔ کہ عالیہ خلیل نے اس کے لئے اس لاکر میں کیا چھوڑا ہو گا؟

بستر پر کروٹیں لیتے وہ اکثر یہی سوال خود سے کرتا تھا۔ اور پھر اپنی چھوٹی بہن کے نظریے سے اس سوال کا جواب تلاشنے کی کوشش کرتا تھا۔ روز صبح سویرے اٹھ کے تاریخ دیکھتا تھا کہ مزید کتنے روز گیارہ اگست میں باقی ہیں۔ اور آج جب اس کی من چاہی تاریخ ابھری تھی تو اس کے صبر کا پیمانہ ہر گزرتے پل کے ساتھ لبریز ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے گاڑی کو عین اس عمارت کے آگے لا روکا جہاں آج اس نے آنے کے لئے اپنے تمام ترکام جھٹلا دیئے تھے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ایک ایک کر کے دونوں گاڑی سے اترے اور آگے پیچھے عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔

المیر کے دل کی دھڑکنیں ایسی تھیں جیسے وہ عالیہ خلیل سے پھر سے مل رہا ہو۔ جیسے اُسے آخری دفعہ اپنی بہن کو گلے سے لگانے کا موقع فراہم کیا گیا ہو۔

دونوں آدمیوں کے ذہن علیحدہ علیحدہ کشمکش کا شکار تھے۔ بس وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا ہر قدم انہیں سچائی کی طرف لے جا رہا تھا۔

وہ دونوں استقبالیہ کاؤنٹر کے آگے آن ٹھہرے۔ جس کے اُس پار ایک تیس یا پینتیس سالہ آدمی بیٹھا تھا۔ "جی سر؟" اس نے ان دونوں کے بیچ نظریں گھمائیں۔

Clubb of Quality Content!

المیر کچھ ہچکچاتے ہوئے آخر بول اٹھا۔ "میں المیر خلیل ہوں۔ میری بہن نے لیا نور کے نام سے یہاں ایک لاکر لیا تھا۔ مجھے اُس کی چابی چاہیے۔"

وہ سر کو اثبات میں ہلاتے اپنے سامنے رکھے کمپیوٹر پر انگلیاں چلانے لگا۔ "سر آپ کا شناختی کارڈ مل سکتا ہے؟" المیر نے سیاہ چمڑے والے والٹ میں سے اُسے کارڈ نکال کر تھمایا۔

اُس شخص نے اُس پر لکھی جان کاری پڑھنے کے بعد کارڈ کاؤنٹر پر رکھا اور پیچھے بنے ایک دروازے کو کھولتے کمرے میں داخل ہو گیا۔ المیر اور راحم نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

چند ہی پلوں بعد وہ واپس باہر آ گیا اور اس نے چابیوں کے ایک گچھے میں سے ایک چابی نکالی اور المیر کی طرف بڑھا دی۔ جو اس نے فوراً تھام لی تھی۔ "دائیں طرف زینے ہیں اور اس کے سامنے لفٹ۔ پانچویں فلور پر تھری بی کے نام سے ایک کمرہ ہے جس میں آپ کو لاکرز دکھیں گے۔ اور ان لاکرز میں گیارویں نمبر والا لاکر آپ کا ہے۔"

ناولز کلب
Oasis of Quality Content

وہ دونوں چابی لے کر لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ لفٹ کھلتے ہی اس میں قدم رکھا اور راحم نے پانچویں فلور کا بٹن دبا دیا۔ تین منٹ لگے تھے انہیں مطلوبہ منزل پر پہنچنے میں۔ پر اس دوران ان دونوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

لفٹ سے باہر آتے راحم کی نظر سامنے بنے کمرے کے دروازے پر گئی جہاں تھری اے لکھا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی تھری بی تھا جس کا دروازہ کھول کر وہ دونوں اب اندر بڑھ گئے تھے۔

کمرہ وسیع تھا۔اس میں کھڑی دائیں دیوار کے ساتھ بیس یا پچیس لاکرز تھے اور مخالف دیوار کے ساتھ تین سے چار میز پڑے تھے جن پر لیپ ٹاپ دھرے تھے۔ان کے آگے کرسیاں بھی موجود تھیں۔

لاکرز کو اپنی توجّہ کا مرکز بناتے وہ دونوں گنتی کر کے گیارہ نمبر پر آن رکے۔یہ وہی مقفل ڈبہ تھا جس کے لئے وہ ایک گھنٹے کی مسافت طے کر کے آئے تھے۔جس نے ان دونوں کو پریشان کر رکھا تھا اور تجسّس میں ڈبویا ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

راحم ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا اور المیر کو آگے جانے کا اشارہ کیا۔سر کو ہلاتے وہ اس ڈبے تک بڑھا۔دائیں ہاتھ میں پکڑی چابی کی ہول میں ڈالتے گھمائی اور لاکر ٹھک کی آواز کرتے کھل گیا۔اتنے ہی آرام سے۔اس نے ایک گہرا سانس اندر کھینچ کر خارج کیا۔

لاکر کے کنڈے پر ہاتھ رکھتے اُسے باہر کی طرف کھینچا۔اُسے اس کے اندر دو چیزیں دکھیں۔ایک سفید کاغذ اور اُس پر پڑی سُرمئی رنگ کی یو ایس بی۔

اس نے اُسے اٹھا کر ہوا میں بلند کیا اور پھر رُخ اپنے دوست کی طرف کر لیا۔ راحم نے چند قدم آگے لئے اور یو ایس بی کو دیکھا۔ حیرت سے۔ پھر جیسے کوئی خیال اس کے ذہن میں اجاگر ہوا اور وہ قدموں پر پلٹ گیا۔

المیر اس کے پلٹتے ہی کچھ سوچ کر واپس لاکر کی طرف مڑا اور اس میں سے سفید کاغذ نکالا۔ جسے کھولتے اس نے صرف پہلے سات ہی لفظ پڑھے تھے۔ یہ لکھائی.. یہ جملہ..

سانس اچانک بے ترتیب ہوا۔ آنکھیں یکایک بھرنے لگیں۔ وہ اس لکھائی کو لاکھوں میں پہچان سکتا تھا۔ یہ اس شخص کی لکھائی تھی جسے اس کے بھائی کی نظریں لاکھوں میں تلاشتی تھیں۔ وہ اپنی عالیہ کا ایک ایک لفظ پہچانتا تھا۔ اسے یہ تک علم تھا کہ عالیہ کی روزمرہ کی بول چال میں کون کون سے لفظ شامل تھے۔

اس نے کاغذ کو جیب میں رکھا اور تب تک وہ اس تک آیا۔ "میرے ساتھ آؤ۔" اس کے ہاتھ سے یو ایس بی لیتے وہ بائیں طرف کھڑی دیوار کے آگے لگیں چار میز میں سے ایک کے آگے

آن رکا۔ کرسی کھینچ کر لیپ ٹاپ کے آگے بیٹھا اور یو ایس بی اس میں لگا دی۔ پہلے سے درخشاں اسکرین پر ایک دو دفعہ کچھ ابھرا۔۔اس نے کی بورڈ پر انگلیاں چلائیں اور ساتھ ہی...

ایک ویڈیو سامنے آئی۔

سیاہ۔

اس نے آواز بڑھائی۔ اور تب ہی شناسا آواز ان کے کان کے پردوں سے ٹکرائی۔ وہ آواز جو سب سے الگ تھی۔ دھیمی اور میٹھی۔

"آپ میرے، المیر بھائی اور وہاج میں سے سب سے زیادہ کس سے محبت کرتی ہیں؟"

چند ہی سیکنڈز بعد کسی کے ہنسنے کی آواز آئی۔ یہ آواز...

Clubb of Quality Content

"یہ کیسا سوال ہے؟ تم تینوں ہی میرے بچے ہو۔ تم تینوں سے ہی میں بہت محبت کرتی ہوں۔"

قدموں کی آواز آئی۔۔ "نہیں.. آپ ہم میں سے کسی سے محبت نہیں کرتیں۔ آپ صرف اور صرف... خود سے محبت کرتی ہیں۔"

"یہ کون سا طریقہ ہے بات کرنے کا؟ تم ہوش میں تو ہو؟" غصے سے جھڑکا گیا۔

"میں ہوش و حواس میں- میں اب ہی تو- تو آئی ہوں۔ آپ دھوکے باز- باز ہیں، ماما۔ آپ ہمارا گھر- ر خراب کر رہی ہیں۔ وہ- وہ گھر جسے ب- بچانے کے لئے ہم سب نے کتنی قق- قربانیاں دی ہیں۔ آپ اور بابا کی بے جا لڑائیوں کے باوجود ہم- م نے کبھی آپ- پ سے یا بابا سے اپناد- دل برا نہیں ہونے دیا۔ آپ کے لئے ہم نے کیا- کیا نہیں کیا... آپ کیوں سب- ب کچھ برباد کرنا چاہتی ہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیابکواس کررہی ہو، عالیہ...!" تیز تیز قدموں کی آواز آئی۔ جیسے کوئی طیش میں آکر قدم آگے بڑھا گیا ہو۔

"آپ ک- کیوں بابا سے بے وفائی کر رہی ہیں؟ میری ماما ک- کو آپ کیسے جانتی ہیں؟ ک- کیوں چھپا رہی ہیں اپنی سچائی سب سے؟" بے بس لہجہ اور بے بس الفاظ۔ "میں جانتی ہوں آ- آپ کسی سے چھپ چھپ کر ملتی ہیں۔ میں سب جانتی ہوں۔ آپ ف- فرزین ملک کی دکان پر جا ک- کر اُس شخص سے ملاقاتیں کرتی ہیں۔"

"تمہیں اندازہ ہے تم کیا بول رہی ہو؟ میں کیوں کروں گی تمہارے باپ سے بے وفائی؟"

"آپ اب بھی جھوٹ- ٹ کا سہارا لے رہی ہیں؟ آپ ایسے نہیں مانیں گی ناں.. میں ابھی سب کو- کو کال کر کے بلاتی ہوں۔" ایک مرتبہ پھر سے تیز اور بھاری قدموں کی آواز آئی۔ اور پھر ایک باریک سی چیخ کی۔

"کیا بولو گی؟ہاں؟ بتاؤ گی کہ میں کسی سے ملتی ہوں؟وہ تمہاری بات پر جیسے یقین کر لیں گے۔ ثبوت ہے کوئی تمہارے پاس؟"

"میرے-میرے بال چھوڑیں..."وہ زور سے چلائی تھی۔ جیسے کسی نے بے دردی سے اُسے پکڑ رکھا ہو۔

"تم کسی کو کچھ نہیں بتاؤ گی۔ اگر تم نے اپنی زبان کھولی تو میں تمہارے المیر بھائی کو تمہاری ماں کے پاس پہنچادوں گی۔ جیسے تمہاری ماں کو مارا تھا ٹھیک ویسے اُسے بھی مار ڈالوں گی۔"

"امی؟"عالیہ کے حلق سے ہچکی ابھری۔

"ہاں ماہِ نور۔ تمہاری ماں۔ جانتی ہو اُسے کس نے مارا؟ میں نے! میں ہوں تمہاری ماں کی قاتلہ۔ میں نے مارا تھا اُسے۔ نرس تھی میں اُس کی۔ جان لے لی۔"دھیرے سے ہنسنے کی آواز آئی۔"یقین نہیں آ رہا ناں؟"

"آئیگا بھی کیسے ؟کوئی میری بات پر یقین نہیں کرتا۔ لیکن.. لیکن میں نے بازی پلٹ دی۔ میں نے ایسی بساط بچھائی کہ سب کو۔۔سب کو یقین آنے لگا۔میں کہتی رہی کہ میں نے میری بہن کو نہیں مارا.. مگر کسی کو مجھ پر یقین ہی نہیں آیا۔"خاموشی پھیلی۔"میری بہن زینوں سے گرگئی تھی۔اُسے بہت چوٹ آئی تھی۔ لیکن سب نے کہنا شروع کر دیا کہ میں نے اُسے مارا ہے۔کیونکہ میری پاگل ماں نے چیخ چیخ کر سب کو بتایا۔"

"لیکن-لیکن اس سب کا میری ماں سے کیا لے-لینا دینا؟"گہرے اور لمبے سانس کی آہٹ گونجی۔

"تمہاری ماں نے میرا گھر خراب کیا تھا۔اس نے میری پسند سے شادی کر لی۔پھر جانتی ہو کیا ہوا؟میں سالوں تک تمہاری ماں کی ایک ایک حرکت پر نظریں لگائے بیٹھی رہی۔اور پھر جب تمہاری پیدائش کا وقت سر پر آن پہنچا تو.. تو میں نے جعلی ڈگری بنوا کر اسی ہسپتال میں نوکری شروع کر دی جہاں.. جہاں تمہاری ماں جایا کرتی تھی۔"

"آپ نے-آپ نے میری ماں سے بدلہ لیا؟"

وہ ہنسیں۔ "انتقام وہ واحد شے ہے جو انسان کو طاقت ور بنا دیتی ہے۔ میں نے بھی.. میں نے بھی انتقام کا سہارا لیا۔ میں نے تمہاری ماں کو چائلڈ برتھ میں مار ڈالا۔ جانتی ہو تمہارا باپ یہ بات جانتا ہے کہ تمہاری ماں کا مرڈر ہوا تھا۔ پر اس نے کارروائی نہیں کی۔ کیونکہ تمہاری ماں کی ڈاکٹر سحر امین تھی۔ تمہارے باپ کے دوست کی بیوی۔ میں نے ایک تیر سے دو شکار کیے تھے۔"

"آپ کی وجہ سے سحر آنٹی کو ہسپتال سے..." وہ خاموش ہو گئی۔ "آپ نے۔ نے ہی سحر امین اور رحمان امین ک۔ کو مارا ہے! اِشفا ٹھیک کہتی۔ تی تھی۔ یا اللہ!" وہ زور سے چیخی تھی۔

"ہوں.. مجھے ان کو مارنا پڑا.. میں ان کو مارنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے سحر کو کہا بھی تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے دور چلی جائے.. لیکن۔ لیکن وہ ایمان داری کا پتلا بنتی تھی۔ اس نے انکار کر دیا۔ کہتی تھی میری اصلیت سب کو بتا دے گی۔"

"آپ نے گ-گھر خراب کر دیا ان کا۔آ-آپ نے یہ کیا کیا، ماما؟!"اس کے لہجے میں دنیا جہاں کی بے بسی تھی۔

"عالیہ میری بیٹی..ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا.."قدموں کی آواز آئی۔"..تم چاہو تو یہ بات یہیں دب سکتی ہے۔کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔تم اور میں، ہم دونوں اس گھر کو چلالیں گے۔"

"د-دور رہیں...!میں سب کو-کو سب کچھ بتا دوں گی۔میں المیر بھائی کو بتاؤ نگی۔"

Clubb of Quality Content!

چند لمحوں کے توقف کے بعد ایک زناٹے دار تھپڑ کی آواز لیپٹاپ سے گونجی تھی۔"اگر تم نے کسی کو کچھ بھی بتایا تو میں تم سے پہلے تمہارے المیر بھائی کو ماروں گی۔اور تمہیں اس کے غم میں تب تک زندہ رکھوں گی جب تک تم خود ہی گھٹ گھٹ کر نہیں مر جاتیں!"

"خبردار!میرے-میرے بھائی سے دور رہیں۔اگر آپ نے میرے بھ-بھائی کو ک-کچھ بھی کیا تو میں آپ کی-کی جان لے لوں گ-گی۔"غصے سے پھنکاری تھی۔

"بالکل تمہاری طرح اِشفا بھی بڑی بڑی باتیں کرتی تھی۔ پھر پتا ہے کیا ہوا؟ میں نے اُس کے پیچھے آدمی لگا دیئے۔ وہ اُسے ڈراتے اور دھمکاتے تھے۔ میں نے اُس کے سکول کی پرنسپل کو لاکھوں دیئے تھے صرف اُس کی زندگی عذاب کرنے کے لیے۔ وہ ڈر گئی۔ اس نے دوبارہ کبھی مجھ پر الزام نہیں لگایا۔"

"آپ کا-کا اصلی چہرہ ایک روز سب کے سامنے ضرور آ-آئے گا۔ کوئی ایسا آپ کو مات دے-دے گا جس کی ہر چال آپ کی چ-چال پر بھاری ہو گی۔ اور وہ شخص... وہ انو کٹس ہو گا۔ نا قابلِ شکست۔"

Clubb of Quality Content

وہ ایک مرتبہ پھر سے قہقہ لگانے لگی تھیں۔ "فلوقت تو میرے خلاف تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تم یا کوئی اور.. میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور سن لو لڑکی.. اگر تم نے میرے خلاف جانے کی کوشش کی تو تمہارا انجام اچھا نہیں ہو گا۔ میں تمہیں بھی مروا دونگی۔ میرے بہت سے بندے ہیں۔ اور ایک تو بہت قریبی ہے۔ جسے تم... المیر... وہاج، خلیل سب جانتے ہیں۔ جانتی ہو وہ کون ہے؟"

"کون؟"

"وہ۔"

اچانک ریکارڈنگ بند ہو گئی۔المیر نے روندھی ہوئی نظروں سے اسکرین کو گھورا۔"یہ..یہ بند کیسے ہو گئی؟"اس کی کانپتی ہوئی آواز نکلی۔

"پتا نہیں.."اس نے ایک دو بٹن دبائے۔لیکن تضاد تب ہوا جب ریکارڈنگ اچانک غائب ہو گئی۔اس نے ہر جگہ ٹھیک سے چیک کر لیا پر اُسے یو ایس بی ایک دم خالی دکھی۔"المیر، ریکارڈنگ کا سارا ڈیٹا اڑ گیا۔اوہ نو!"

تب ہی کمرے میں ایک شخص داخل ہوا۔راحم اس کی طرف لپکا۔"یہ..ہماری فائل ڈیلیٹ ہو گئی۔یعنی اچانک سے چلتے چلتے بند ہو گئی اور اب کہیں بھی نہیں مل رہی۔"وہ شخص ان تک آیا اور پھر کمپیوٹر کو اپنے طور پر پرکھا۔

"سوری سر.. فائل تو واقعی نہیں ہے۔ لگتا ہے کمپیوٹر میں کوئی خرابی آگئی ہے۔"

"تو کیا ہماری فائل ہمیں واپس مل سکتی ہے؟"

"میں دیکھ کے بتاتا ہوں۔" وہ کہہ کر میز کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ راحم المیر کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ جس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہ رہے تھے۔ شعلہ زن آنکھیں پل میں نیم بند ہونے لگیں۔ "مجھے.. میرا دم گھٹ رہا ہے۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھا اور دل کے مقام کو زور زور سے رگڑا۔

اس کا سانس ایسے تھا جیسے ابھی اکھڑے گا اور روح پرواز کر جائے گی۔ اس کی ٹانگوں میں سے جان خارج ہو رہی تھی۔ وہ سکتے کا شکار ہوتا زانوں کے بل زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ اس کی آنکھیں اب پوری کھلی ہوئی تھیں۔ جیسے خوف تلے دبا ہو۔

"المیر.. ادھر دیکھو۔"اس نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں پکڑا۔"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں ہوں ناں..."لیکن وہ نہیں سن پا رہا تھا۔الفاظ کو کانوں تک رسائی حاصل ہی نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں سو سوچوں کی منزل صرف اور صرف اس کا پچھتاوا تھا۔

آنسو زار و قطار بہ رہے تھے اور سانس بحال ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔"راحم.. مجھے۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔"

یہ سن کر تو مقابل کو ہاتھ پیر پڑ گئے تھے۔"المیر.. پلیز ہوش کرو۔میرے ساتھ سانس لو۔ ایک.. دو.. تین..ایک لمبا سانس کھینچو اور چھوڑو۔"

اس نے ویسے ہی کیا جیسے اس نے بتایا تھا۔"مجھے.. مجھے دل میں درد۔۔"وہ جملہ پورا نہیں بول پایا تھا۔اس کے ہونٹ اسی لمحے گہرے نیلے ہو گئے۔

"تمہارا چہرہ...المیر چلو میں تمہیں ہسپتال لے کر چلوں۔اٹھو.."وہ اس کے بازو کا سارا زور اپنے شانوں پر ڈالتے اُسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

اس نے دھیرے دھیرے سر کو دائیں بائیں ہلایا۔"مجھے ..مجھے میرے سکون کے پاس...لے چلو۔مجھے اِشفا کے پاس لے چلو..."

"لیکن تمھیں اس وقت ڈاکٹر کی ضرورت ہے.."اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس ضدی انسان کو کیسے ہسپتال لے کر جائے۔

"مجھے اپنی بیوی کے پاس جانا ہے..وہ میرے مرض کی دوا ہے۔"وہ قدرے سیدھا ہو چکا تھا۔آہستہ آہستہ ہاتھوں میں جان ڈالتے وہ اٹھ رہا تھا۔ٹھنڈے فرش پر دونوں ہاتھ جماتے اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔راحم نے اُسے سہارا دیتے ہوئے پیروں پر کھڑا کیا۔

"ٹھیک ہے۔چلو۔"

المیر کی ضد پر وہ اُسے اِشفا کے گھر کے باہر چھوڑ کر واپس

عمارت کے لیے نکل گیا تھا۔وہاں کے عملے کا کہنا تھا کہ اب وہ فائل دوبارہ نہیں چل سکتی۔

وہ اس وقت دروازے کے باہر مشکل سے اپنے اکھڑے ہوئے سانس کو برابر کرنے کی

کوشش میں لگا ہوا تھا۔

اُسے یقین تھا کہ وہ اُسے ڈانٹے گی۔ شکوے کرے گی۔ ناراض ہو جائے گی اور غصہ نکالے

گی۔پر وہ نہیں جانتا تھا کہ معافی مانگے بنا اپنا دل کیسے ہلکا کرے۔ سو وہ اس کے در پر چلا آیا تھا۔

اب کہ اس کے سینے کا درد کافی حد تک مدھم ہو گیا تھا۔ لیکن آنکھیں ابھی بھی سرخ تھیں۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر گھنٹی بجائی۔ لیکن اس عمل کی انجام دہی ہوتے ہی اس کے ذہن میں

خیال ابھرا۔اس وقت تو وہ عموماً کام پر گئی ہوتی ہے۔

ناجانے یہ خیال اُسے پہلے کیوں نہیں آیا تھا؟ ناامید ہوتے ہوئے وہ پیروں پر مڑا اور گیٹ سے

قلیل قدم دور لے گیا۔

"کون؟"

آواز پر وہ پلٹا۔بہت دھیرے سے۔کیا اُسے کہنا چاہیے تھا کہ وہ آیا تھا۔کیا وہ اس قابل تھا کہ کچھ بھی کہہ سکے؟

پچھتاوا اُس کے جسم کے پور پور کو نوچ رہا تھا۔دماغ کی شریانیں پھٹ جانے پر بضد تھیں۔ ناک سے آگ کی طرح گرم سانس خارج ہو رہا تھا اور آنکھیں بھی گرمی سے بھرپور تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایس ایچ او صاحب... آپ ہیں کیا دروازے پہ؟"اس کی جھکی ہوئی نظریں فوراً اٹھیں۔وہ حیرت کے سمندر میں ڈوبتا دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

اُس کو کیسے اس کی موجودگی کی خبر ہو جاتی تھی؟وہ کیسے اس کے ان کہے لفظوں کو سن لیتی تھی؟

اُسے قدموں کی آواز آئی۔ وہ دروازہ کھول کر اب گیٹ کی طرف ہی آ رہی تھی۔ وہ سامنے آئے گی تو المیر اس سے آنکھیں کیسے ملائے گا؟ وہ سکون حاصل کرنے اس کے پاس آتو گیا تھا پر اگر اس نے اُسے جانے کے لئے کہہ دیا تو وہ در بہ در ہو جائے گا۔

گیٹ کھلنے کی آواز آئی.. ابھی وہ شہد رنگ آنکھوں والی لڑکی اس کے مقابل آن ٹھہرے گی اور اس سے اس کی آمد کی وجہ پوچھے گی۔ وہ کیا جواب دے گا؟

وہ اب اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ شاید سوالات کی توپ کھولنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

Clubb of Quality Content

چند لمحے بیت چکے تھے پر اس کی میٹھی آواز اس کے کانوں سے اب تک نہیں ٹکرائی تھی۔ پھر اُسے کسی کا ہاتھ اپنے چہرے کے قریب آتا محسوس ہوا۔ اُس کے سیاہ بال اُس نے پیشانی پر بڑے آرام سے پھیلا دیئے تھے۔

وہ تھا کہ اُس کی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستا رہتا تھا اور اُس کی بیوی اُس کے بالوں کو پیشانی پر منتشر حالت میں پسند کرتی تھی۔

اِشفا کا ہاتھ بالوں کو ان کی صحیح جگہ دکھانے کے بعد پہلو میں گر گیا۔اس نے سُرمئی آنکھیں اس پر اُٹھائیں۔دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔"اندر نہیں آئیں گے؟"

وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا وہ اس گھر کے اندر قدم رکھنے کا حقدار تھا جس میں رہنے والوں کا ہنستا بستا گھر اس کی سوتیلی ماں اجاڑ چکی تھی؟

وہ پلٹی اور گھر کے اندر قدم رکھ گئی۔وہ اس کے پیچھے پیچھے بڑھا۔چپ چاپ آگے پیچھے چلتے وہ دونوں دروازے سے اندر ہوئے۔

وہ کچھ بول کیوں نہیں رہی تھی؟

برآمدے کی بتی درخشاں کرتے وہ اس تک آئی۔"آپ اداس ہیں؟کسی نے کچھ کہا ہے آپ کو؟" آنکھوں سے پریشانی چھلک رہی تھی۔وہ برسوں سے جانتا تھا کہ اس کی بیوی آنکھیں پڑھنے میں مہارت رکھتی تھی۔تب ہی تو بنا آہٹ کیے ہی اس کے ان کہے لفظ سمجھ جاتی تھی۔

وہ اس کے لیے اداس نظر آتی تھی۔ کتنی مدت بعد اس نے کسی کو اپنے لئے پریشان حال میں دیکھا تھا۔

اپنا گھر بچانے کے چکر میں اُسے کم از کم اس لڑکی کا دل نہیں توڑنا چاہیے تھا۔ آج لفظوں کی انتہا تھی.. اور زبان کچھ بھی اگلنے سے خود کو روکے ہوئے تھی۔ وہ اس سے بات کا آغاز کرتا تو کیسے کرتا؟

پچھتاوا.. ندامت.. کیا وہ مان جائے گی کہ اس کے جذبات جعلی نہیں ہیں۔ کہ وہ سچ میں شرمندہ ہے۔ کہ اُسے سچ میں خود سے نفرت ہو رہی ہے۔ کہ آج اُس کی نظریں اٹھنے سے قاصر ہیں۔

قدم قدم چلتی وہ دشمن جان اُس تک بڑھی اور اپنا نازک سا ہاتھ اُس کے رخسار پر رکھا۔ آنسو آنکھ سے نکلتے ہی اُس کی ہتھیلی سے جا ملا۔ "رونا کیوں آرہا ہے؟" اتنے دھیرے سے سوال کیا گیا تھا۔

اگر صرف سوری کہے گا تو کیا یہ مان جائے گی؟اور اگر نہ مانی تو چھوڑ کر تو نہیں جائے گی ناں؟ خیال کے ساتھ ہی دونوں آنکھوں سے ایک ساتھ آنسو بہنے لگے۔اس نے چند پلوں کے لئے آنکھوں کو بند کر لیا۔اور پھر فوراً کھول بھی لیا۔ جیسے آج نہیں کھولے گا تو وہ کہیں چلی جائے گی۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا کہ مرد صرف اپنی پسندیدہ عورت کے سامنے روتا ہے۔تو اس کا مطلب میں آپ کی پسندیدہ عورت ہوں، سُرمئی آنکھوں والے آفیسر؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اسی لمحے المیر خلیل کا ضبط جواب دے گیا تھا۔وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا اور اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ چکا تھا۔"آئی ایم سوری...آئی ایم سو سوری..."

وہ روتے روتے کہہ رہا تھا۔اِشفا نے چونکتے ہوئے سامنے والی دیوار کو گھورا۔ایسا بھی کیا ہو گیا تھا کہ وہ اس کے کندھے پر سر رکھ گیا تھا؟

"کس بات کے لئے سوری؟" اس نے پوچھا تو وہ اس سے دور ہٹا۔ پھر بچوں کی طرح ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو رگڑ کر صاف کیے۔ "وہ.." رونے کی وجہ سے اس کا سانس بحال نہیں ہو پا رہا تھا۔

"آپ ادھر بیٹھیں، میں آتی ہوں۔" وہ صوفے کی طرف اشارہ کر کے خود کہیں غائب ہو گئی۔ پھر چند لمحوں بعد پھر سے ایک پانی کے گلاس کے ساتھ حاضر ہوئی۔ وہ اس کے حکم کے مطابق صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔

اِشفا آرام سے اُس کے سامنے زانوں کے بل بیٹھ گئی۔ یکایک پانی کا گلاس آگے کیا۔ "مجھے آپ غصے میں تو قبول ہیں پر روتے ہوئے نہیں۔ اگر اب ایک بھی آنسو ان خوبصورت آنکھوں سے نکلا تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی اور اگلے پندرہ سال تک بات نہیں کروں گی۔"

وہ سر جھکائے جھکائے مسکرایا۔ "تم ویسے بھی اب مجھ سے ناراض ہونے والی ہو۔" معصومیت سے کہا گیا۔ اتنے پیار سے کہ سننے والا فوراً پگھل جائے۔

"کیوں.. آپ مجھے چھوڑ رہے ہیں کیا؟" وہ آلتی پالتی مار کر درمیانے درجہ حرارت میں لپٹے فرش پر بیٹھی۔

"نہیں.."

"تو پھر؟"

اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ جس میں پچھتاوے کے احساسات چھپے تھے۔ "میں نے تمہارا بہت نقصان کیا ہے۔" نظریں اُٹھیں تو اُس سے جا ملیں۔ ایک آنسو ٹپکتا ہوا ہونٹ کی اور بڑھنے لگا۔

اِشفا کی نظریں ٹھہریں.. پھر بھنویں تنگ ہوئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ "آپ کو سچائی سے آگاہی ہو گئی ہے، ہے ناں؟" اس کا لہجہ بدل چکا تھا۔ لہجے کی تاثیر میں بھی کمو بیشی ہو گئی تھی۔ المیر نے یہ بات اچھے سے پرکھی تھی۔

"میں جانتا ہوں.. "تھوک نگلا۔"... تم اب.. اب میرے ساتھ رہنا نہیں چاہو گی۔اب تو میں بھی اپنے ساتھ نہیں رہنا چاہتا۔ میں... میری غلطی کی وجہ سے تم اور مہوین.. مجھے معاف کر دو۔ پلیز.. میں جانتا ہوں میری غلطی اتنی بڑی ہے کہ تم.. تم میری شکل نہیں دیکھنا چاہو گی۔ میں.. میں پوری زندگی اس پچھتاوے کے ساتھ جی سکتا ہوں پر یہ جان کر مر جاؤں گا کہ تم.. تم مجھ سے ناراض ہو۔ میں بالکل بھی تمہارے قابل۔"

"ہو گیا آپ کا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

روبرو بیٹھے شخص نے اُسے غور سے دیکھا۔ بعدازاں سر نفی میں ہلایا۔"اگر مزید کچھ کہنا بھی ہے تو مجھے سننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔"سُرمئی آنکھیں رنگ بدلنے لگیں۔ پہلے اوپر والا ہونٹ ہلا اور اُس کے بعد نیچے والا۔ دونوں ہونٹوں کو آپس میں پیوست کرتے اُس نے اپنے آنسو روکنے کی ناکام کوشش انجام دی۔"تم اب مجھے چھوڑ.. چھوڑ دو گی؟"

اِشفااُسے بس گھورے جارہ تھی۔ یہ خوف کہ جواُسے اتنی مشکلوں سے ملا تھا، ہاتھوں سے نکل جائے گا.. اُسے اندر تک جھنجوڑ رہا تھا۔ اُس کا دل زور زور سے بھاگ رہا تھا۔ وہ اس قابل نہیں تھا کہ اُس کے ساتھ وہ رہتی پر وہ اتنا خود غرض تھا کہ اُس کے بغیر بھی رہ نہیں سکتا تھا۔

"تم مجھ سے.. مجھ سے نفرت کرنے لگو گی؟"اُس نے اپنی سرخی میں ڈوبی آنکھوں کو زور زور سے رگڑا۔

"آپ بھول رہے ہیں.. میرے اور آپ کے درمیان نفرت کا رشتہ کافی عرصے سے قائم ہے۔"اس نے ٹانگ پر بازو رکھا اور ہاتھ پر اپنا چہرہ اور اُسے دیکھتی گئی۔

اس نے اس کی بات پر سر دھیرے دھیرے اثبات میں ہلایا۔"تم کہتی رہیں کہ اُس روز تم نے ماما کو دیکھا تھا اور کسی نے یقین نہیں کیا۔ میں نے یقین نہیں کیا۔ آئی ایم سو سوری۔"دائیں سُرمئی آنکھ سے آنسو نکل کر اُس کے ہاتھ کی پشت پر گرا۔

"کوئی بات نہیں۔"

"مجھے.. میں یقین کیسے کرتا تمہاری بات پر؟ ماما نے.. ماما نے عالیہ کے سر کی قسم کھائی تھی کہ ان کا اس معاملے سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔اور عالیہ میرے لئے کوئی معمولی انسان نہیں تھی۔مجھے لگا.. مجھے لگا وہ سچ کہہ رہی ہیں۔ لیکن خدا کی قسم اُس روز تھانے میں تمہارا ساتھ نہ دینے کے بعد ایک روز بھی میں سکون سے نہیں رہ پایا۔"

اس نے سر نفی میں ہلایا جیسے ابھی بات کاٹ دے گی۔"ملال اور غم نے میرا ایسا حشر کر دیا تھا کہ میں.. میں چپ ہو گیا تھا۔ بات نہیں کرتا تھا۔مجھے ہر جگہ تم دکھتی تھی۔ تمہاری روتی ہوئیں آنکھیں.. تمہارا چہرہ.. تمہاری خودکشی والی حرکت کے بعد تو مجھے کئی راتوں نیند نہیں آئی۔"

"خودکشی؟"اِشفا نے آنکھیں بڑی کر لیں۔تاثرات ایسے تھے کہ جیسے سامنے والے کو کوئی ایسی بات پتا چل گئی ہو جو نہیں پتا چلنی چاہیے تھی۔

المیر کے لب جدا ہوئے.. وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر اس نے سر جھٹکا۔ "نہیں کچھ نہیں۔" وہ اس سے اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ماضی کی تلخ یادوں کو اس کے سامنے نہیں لا رکھنا چاہتا تھا۔

"آپ جانتے تھے؟" اس کی آواز روندھی ہوئی تھی۔

اس نے شانے اچکا دیئے۔ "کیسے؟" بھنویں آپس میں جڑ گئیں۔

"تمہاری ماہر نفسیات، شمسہ نور، انھوں نے بابا کو آکر بتایا تھا۔ وہ اور بابا ایک دوسرے کو بہت وقت سے جانتے تھے۔"

"یعنی.. یعنی اتنے عرصے سے آپ واقف تھے کہ میں خودکشی پر مائل ہوں؟ اور.. اور اس کے باوجود آپ نے مجھے نظرانداز کیا؟"

وہ اپنی بدگمان بیوی کی غلط فہمیاں کیسے دور کرتا؟اس کی نظر کا مرکز اس کا چہرہ تھا۔وہ اُسے دیکھتا گیا دیکھتا گیا۔وہ اس کو کیا کیا بتاتا؟اور کیسے بتاتا؟آیا بتاتا بھی یا رہنے دیتا؟

"آئی ایم سوری..."

"آپ نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا؟"

"آئی ایم سوری..."

"آپ نے مجھے پلٹ کر نہیں دیکھا۔"

"آئی ایم سوری.."

"آپ نے مجھ سے نفرت کی.."

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"آئی ایم سوری.."

"آپ نے مجھے دکھ دیا۔"

"آئی ایم سوری..."

"آپ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا.."

"آئی ایم سوری.."

"آپ نے میرے پیچھے چھلانگ لگادی.."

"آئی ایم۔"وہ کہتے کہتے رک گیا۔ نظریں اس پر سے ہٹیں۔ پھر واپس اس پر آن ٹھہریں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ پوچھتے ہیں میں آپ کو چھوڑ دوں گی؟ میں المیر خلیل کو کیسے چھوڑ دوں؟ جس نے سات سال تک میری حفاظت کی۔ جس نے میرے لیے پڑھائی کا حرج کیا۔ جس نے میری جان بچائی۔ جس نے صرف مجھ سے محبت کی ہے۔ میں اُس المیر کو کیسے چھوڑ دوں؟" اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ پر ضبط کرنا بہت دشوار تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں نے تمہیں ڈوبنے سے بچایا تھا؟" اُس نے اپنا چہرہ صاف کیا اور پھر صوفے سے اتر کر فرش پر اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

"آپ کے علاوہ کون میرے لیے پل سے کود سکتا ہے؟" وہ مسکرائی۔ امید سے۔ مٹھاس سے۔ سکون سے۔ آج وہ اپنا دل ہلکا کرنے والی تھی۔

اس نے سر اثبات میں ہلایا۔ "تو پھر تم نے ہسپتال کے بستر پر بیٹھ کر یہ کیوں کہا تھا کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟"

وہ ایک صوفے کے ساتھ پشت ٹکائے ہوئے تھا اور وہ اس کے ساتھ والے سے۔" آپ جانتے ہیں انکل نے ماما بابا اور راحیل کے انتقال کے بعد محلہ کیوں چھوڑ تھا؟"

"نہیں.."

اس نے ایک گہرا سانس لیا۔" انکل آئمہ ریحام کی حقیقت بہت پہلے سے جانتے تھے۔ مہوین اور میری حفاظت اور آئمہ ریحام کو ہم سے دور رکھنے کے لئے انھوں نے محلہ چھوڑ دیا۔ تاکہ ہم ان سے دور رہیں اور انکل کے دوست کی بیٹیاں محفوظ رہیں۔" اپنے دائیں ہاتھ سے اس نے اپنی ایک لِٹ کان کے پیچھے سر کائی تو المیر نے کن اکھیوں سے اُس کی انگلی کو دیکھا۔ یہ ذمے داری تو اُس کی تھی... کسی اور نے اُسے پورا کیا تو کیا کیسے؟

" بالکل اسی طرح میں نے مہوین کو آپ سے اور خود کو عالیہ اور وہاج سے دور رکھا تھا۔ تاکہ آپ کو ہماری وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچے.. اور جب اُس روز آپ ہسپتال میں میرے کمرے کے باہر کھڑے تھے، میں نے جان کر مہوین کی بات کاٹی تھی۔ تاکہ آپ مجھ سے نہ ملیں۔ مجھ پر ترس کھا کر ناراضگی دور نہ کر سکیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ میری وجہ سے آپ کو کسی مصیبت کو جھیلنا پڑے.."

"مصیبت کو تو میں ابھی بھی جھیل رہا ہوں۔" مسکرایا تو آنکھیں بھی مسکرائیں۔ "آپ مجھے مصیبت کہہ رہے ہیں!؟"

"ہوں.. تم ایک بہت بڑی مصیبت ہو..." ذرا سا آگے کھسکا۔ پھر اس کی لِٹ کان کے پیچھے سے نکالی۔ ".. لیکن میری ہو.."

"آپ نے مجھے مصیبت بولا.. مجھ سے بات نہ کریں!" اس کے ہاتھ کو جھٹکتے وہ اٹھنے لگی۔ المیر نے اس کے ہاتھ کو تھام کر اُسے روکا۔ "تمہیں اپنا بھی تو کہا ہے.."

"اوہوں..." اس نے نظریں گھمائیں پھر واپس اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"ایک اور بات پوچھوں؟"اس نے ایک ابرو اٹھائی پھر سر اوپر نیچے ہلایا۔"نکاح کے بعد ہماری اکثر ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔تب کیوں مجھ سے آن ملتی تھیں تم؟اس وقت بھی تو مجھے خطرہ لاحق تھا ناں۔"

"آپ کے پولیس فورس میں جانے کے بعد میری ساری ٹینشن دور ہو گئی تھی۔مجھے پتا تھا اب کوئی بھی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"اور اگر بگاڑ لیتا تو؟"

"تو میں اس کی ہڈیاں توڑ دیتی...!"

"میرے لئے؟"

اس نے سر ہلایا۔"آپ کے لئے کچھ بھی..."

وہ اُسے فرحت بخش آنکھوں سے تکتا رہا۔اُس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ وہ اُسے کب کب دل کے قریب سب سے زیادہ لگتی تھی۔تب جب پیاری پیاری باتیں کرتی تھی یا تب جب مسکراتی تھی اور دل کی دھڑکنیں بڑھا دیتی تھی۔

".Je suis amoureux de toi"

(میں تم سے عشق میں مبتلا ہوں۔)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے ایک گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا۔"پھر سے فرنچ؟"

اس نے سر فوراً اوپر نیچے ہلایا۔"جانتی ہو اس کا مطلب کیا ہے؟"اِشفا نے ایک ابرو اُچکائی۔

"مجھے فرنچ زبان پسند ہے..بہت زیادہ نہیں پر اس حد تک کہ اس میں کہے جانے والے خوبصورت اور پیار بھرے لفظ جب جب سنتا ہوں تو تمہارا چہرہ نظر آتا ہے۔"

وہ دھیرے سے مسکرائی۔"اس جملے میں amoureux عشق کرنے والے کو کہتے ہیں۔ یعنی کہ میں.. " سینے پر شہادت کی انگلی رکھی۔"میں تم سے عشق میں مبتلا ہوں.. تمہارا عاشق ہوں۔ تمہیں چاہتا ہوں۔ تمہاری قدر کرتا ہوں۔ صرف تمہیں سوچتا ہوں اور تم سے دل لگاتا ہوں۔"اُسے سمجھ نہ آیا کہ آگے سے کیا کہے۔"اسی طرح mon amour.. مطلب میری محبت یعنی کہ تم۔Mon cœur، مطلب میرا دل یعنی کہ تم.. Ma vie مطلب میری زندگی یعنی کہ تم۔"

اس کا سرخ چہرہ اب وہ کہاں چھپاتی؟ ایک تو پہلی دفعہ اتنی رومانوی جملے سن رہی تھی اور سننے میں اچھے بھی لگ رہے تھے۔ ورنہ کسی دوسرے جوڑے کو ایسی حرکتیں کرتے دیکھ اس کا دل خراب ہوتا تھا۔

"تم دنیا بھر کی ہر زبان کے تمام خوبصورت لفظوں کا مجموعہ ہو۔ تم میری زندگی کا وہ حصہ ہو جس کا تعارف کروانے کے لئے میں صرف ایک لفظ استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ دلستان.. یعنی میرے دل کی بستی ہو تم۔"

اس نے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ لئے۔ سرخی سے لتھپت اس کا چہرہ اس کے خیال میں اب دیکھنے لائق نہیں ہو گا۔ وہ اس کی حرکت پر ہنسا۔ "کم سے کم شرماتے ہوئے منہ تو مت چھپایا کرو.." پھر اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر چہرے سے دور کیا۔

اس کی آنکھیں اس سے کہہ رہی تھیں کہ ابھی یہ لڑکی موضوع بدلے گی۔ "سنیں.."

"جی حکم کریں..."

"آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں؟"

"ہوں.. بے تحاشا بہت زیادہ۔"

"پھر میرا ایک کام کریں گے؟"

"ہاں.."

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اپنے فون سے ڈلیوری والے لڑکے کو کال کردیں پلیز.. اور اس سے پوچھیں میرا آرڈر کب لارہا ہے۔ دراصل میں نے اُسے پچھلے پانچ دنوں میں اتنی کالز کی ہیں کہ اُس نے میرا نمبر بلاک کر دیا ہے۔" شرارتی مسکراہٹ سجائی۔

"اوکے.. یہ لو۔" اپنا فون کھول کر اُسے تھمایا۔ اس نے نمبر ملانے کے لئے انگلیاں چلانی چاہیں جب اس کی نظریں بے وقت اس کے فون پر لگی اپنی تصویر پر جا ٹھہریں۔ یہ تصویر.. یہ کپڑے تو اس نے اپنے نکاح کے روز پہنے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ جو سوچتی تھی کہ وہ کسی کی بھی پسندیدہ نہیں بن پائے گی۔ کہ اُسے کوئی کیوں ہی چاہے گا؟ کہ اس میں کتنی خامیاں ہیں اور کوئی ان کے ساتھ اُسے کیوں ہی قبول کرے گا۔

اور آخر ان سب سوالات کا جواب اُسے اس شخص کی صورت میں ملا تھا۔ جو کہ اس کے روبرو بیٹھا تھا۔ مسکرا کر اُسے سرہا رہا تھا۔ آنکھیں بتا رہی تھیں کہ عشق میں ڈوبا ہوا ہے۔

اُس سے سب کچھ چھین کر اُسے یہ دیا گیا تھا۔یعنی المیر خلیل۔

"کیا ہوا..ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"وہ بنا پلک جھپکے اُسے تکنے میں مصروف تھی جب اُس کے سوال نے اُس کے خیالات میں خلل پیدا کیا۔

اس نے سر نفی میں ہلایا۔کال کرنے کا ارادہ ترک کر کے فون واپس اُس کی طرف بڑھا دیا۔ جسے تھامتے ہوئے وہ اُسے گہری نگاہ سے دیکھنے لگا۔

"آپ کو آئمہ ریحام کی سچائی کیسے پتا چلی؟"یہ سوال تو پچھلے ایک گھنٹے سے اس کے ذہن میں گھوم رہا تھا۔

"عالیہ سے۔۔عالیہ میرے لئے ایک لاکر میں یو ایس بی چھوڑ کر گئی تھی۔آج ہی میں اور راحم اُسے لینے گئے تھے۔اس میں ایک ریکارڈنگ تھی۔عالیہ اور آئمہ ریحام کی گفتگو کی۔عالیہ بہت پہلے سے ہی ان کے بارے میں ایک ایک بات جانتی تھی۔"

"تو.. پھر.. اس نے آپ سے ذکر کیوں نہیں کیا؟"

المیر نے ایک گہرا سانس لیا۔ "کیونکہ میری سوتیلی ماں اُسے دھمکاتی تھیں کہ اگر اس نے کسی کو بھی کچھ بتایا تو وہ مجھے مار دیں گی۔"

"ایسے کیسے مار دیں گی؟ میرے ہوتے ہوئے کوئی آپ کو چھو بھی نہیں سکتا۔" اس نے ایک ادا سے کہا تو وہ بے اختیار مسکرایا۔ "ہیرو میں ہوں تمہارا اور تم مجھ سے زیادہ ہیرو والے ڈائیلاگ مارتی ہو۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"آپ کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ کچھ بھی بن سکتی ہوں۔" وہ پیار بھری مسکراہٹ میں اور بھی اُسے دل پسند لگ رہی تھی۔

"میری بیوی بن سکتی ہو؟"

بے اختیار اس کی زبان سے نکلا تھا۔اِشفا کا دل زور زور سے بھاگا۔اتنی رفتار سے کہ ابھی حلق تک آن پہنچے گا۔"یعنی..."

"یعنی..اِشفا امین آپ میری بیوی بن کر میرے ساتھ،میرے گھر میں ہمیشہ کے لئے رہنا چاہیں گی؟"وہ اس کے ہاتھ کو تھامے تھامے بڑی محبت سے کہہ رہا تھا۔

"آپ مجھے برداشت کرلیں گے؟"

"تو تمہارا کیا خیال ہے میں ابھی تک کیا کرتا آیا ہوں؟"کہہ کر زور سے ہنسا پھر فوراً پیچھے ہوا۔اِشفا کا تو جواب میں سوال وہ بھی اس طرز کا سن کر منہ ہی کھل گیا۔"آپ کو تو میں ابھی بتاتی ہوں۔"پلٹی اور صوفے سے کُشن اٹھانے لگی جب وہ فوراً فرش سے اٹھا۔

وہ بھی کُشن کو تھامے تھامے اُس کے پیچھے لپکی۔وہ آگے آگے بھاگ رہا تھا۔اور وہ کھلکھلاتی ہوئی اُس کے پیچھے پیچھے کُشن کو کبھی دائیں تو کبھی بائیں طرف ہوا میں ہلا رہی تھی۔

وہ بھاگ کر دوسری طرف سے آیا اور صوفے کے اِس پار آن کھڑا ہوا۔ وہ اُس پار ایستادہ اُسے گھور رہی تھی۔ "سنو..."

"سنائیں۔"

"تم غصے میں بھی لال ہو جاتی ہو۔ یہ ہر بات پر تمہارا سرخ ہونا مجھے بڑا کیوٹ لگتا ہے قسم سے۔" کہنے کے بعد مقابل کے چہرے کو ٹھیک سے پرکھا۔ جس کی سرخ ناک بتا رہی تھی کہ اب وہ کیا کرنے والی ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تب ہی کُشن ہوا میں اڑتا اڑتا آیا اور المیر خلیل نے بڑی مہارت سے اُسے دونوں ہاتھ کے بیچ پکڑ لیا۔ "اتنا غلط نشانہ صرف میری بیوی ہی لگا سکتی ہے۔"

"مسٹر خلیل...!" وہ غصے سے بولی۔ "جی مسز خلیل؟"

"آپ نے میرے نشانے کو غلط بولا؟" وہ پھنکاری۔ "ہوں.. اتنے غلط نشانے کے ساتھ بھی تم نے مجھے اپنا اسیر بنالیا۔ یعنی تم نیزا بازی میں ماہر ہو.. بس کُشن ٹھیک سے مارے نہیں جاتے، کیونکہ چھوٹی سی ہو، ہے ناں؟"

"المیر خلیل!" وہ چیخی.. تو وہ زور سے ہنسا۔ "جی کہیں؟"

"میں آپ سے اب کبھی بات نہیں کروں گی۔ آپ نے مجھے چھوٹا بولا۔" وہ ہاتھ سینے کے آگے باندھ کر اُسے پشت دکھاتی چہرہ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

Clubb of Quality Content

"اچھا سنو..." وہ اُسے پکارتا ہوا دبے پاؤں اُس تک بڑھنے لگا۔ ".. ناراض ہو گئیں سچ مچ؟"

اس کے سامنے کھڑے ہوتے وہ ایک گھٹنا زمین پر لگاتے بیٹھ گیا۔ "اگر میرے پاس محل ہوتا تو میں تمہیں وہاں کی ملکہ بنا دیتا۔ اگر میرے پاس بہت سارا پیسہ ہوتا تو تمہیں شہزادیوں کی طرح رکھتا۔ لیکن میرے پاس صرف یہ دل ہے..." دل کے مقام پر انگلی رکھی۔ ".. کیا تم میرے دل پر راج کرنا چاہو گی؟ کیا تم میری بیوی بننا چاہو گی، اِشفا امین؟"

وہ روٹھی ہوئی نظروں سے دیکھتی ڈھیلی سے مسکرانے لگی۔ پھر المیر کی بند مٹھی کی طرف دیکھا۔"اس میں کیا ہے؟"

"انگھوٹی۔"

اِشفا نے مسکراتے ہوئے فوراً ہاتھ آگے کیا اور سرہاں میں زور زور سے ہلانے لگی۔ وہ اُسے اب انگھوٹی پہنا رہا تھا۔ اِشفا کھل کر مسکاتی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

پھر اُس کی نظر انگھوٹی پر پڑی۔ ہاتھ ہوا میں بلند کر کے چہرے کے قریب لے کر آئی۔ "پیاز؟ آپ نے مجھے پیاز کی انگھوٹی پہنادی!" المیر ایک مرتبہ پھر سے زور زور سے ہنسا تھا۔ ناجانے آج وہ کتنی ہی مرتبہ ہنس چکا تھا۔ پھر میز کی طرف اشارہ کیا جہاں سلاد کی پلیٹ رکھی تھی۔

"دیکھو مجھے یہاں آنے سے پہلے تو نہیں پتا تھا کہ یہاں آ کر میں تمہیں شادی کے لئے پرو پوز کر دوں گا۔"اِشفا نے دھیرے دھیرے سر اثبات میں ہلایا۔

"میرے پاس بھی آپ کے لئے کچھ ہے۔"وہ کہہ کر رکی نہیں بلکہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ پھر تین منٹ کے بعد واپس اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔"آنکھیں بند کریں۔"

اس نے ایک ابرو اُچکائی پھر گھبراتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ ظاہر ہے اپنی بیوی کا اُسے پتا تھا۔کارنامے سرانجام دینے میں وہ ہمیشہ سے اول رہتی تھی۔اُسے اپنی بائیں کلائی پر کسی چیز کی موجودگی کا احساس ہوا۔"کھول لوں آنکھیں؟"

"ہوں۔"

آنکھیں کھولنے پر اس کی نظر اپنی کلائی پر بندھی سیاہ گھڑی پر گئی۔ جس کا حصہ حصہ روشنی سے چمک رہا تھا۔ وہ کبھی گھڑی کو تو کبھی اُسے دیکھتا۔ "یہ تو.. کم سے کم دو لاکھ کی ہے۔ اتنی مہنگی گھڑی...اِشفا!!!!" وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔

"اتنی بھی مہنگی نہیں ہے۔ آپ پر تو میں کروڑوں لگا سکتی ہوں.. ہاں وہ الگ بات ہے کہ اتنے میرے پاس ہیں نہیں۔" شرارتی مسکراہٹ لئے اُسے دیکھنے لگی۔

"لیکن.. میں اتنی مہنگی گھڑی نہیں لے سکتا۔ دو لاکھ کم رقم نہیں ہے۔ اتنے پیسے تم نے مجھ پر کیوں لگا دیئے؟!"

Clubb of Quality Content

"میری مرضی... میں اپنے شوہر پر جتنے مرضی پیسے لگاؤں اس سے آپ کو کیا؟" المیر نے سر جھٹکا۔ "اتنے پیسے آئے کہاں سے تمہارے پاس؟ کہیں کوئی چوری تو نہیں کی؟"

"لو میں آپ کو ایسی لگتی ہوں؟"

"تم سے میں کسی بھی حرکت کی امید کر سکتا ہوں۔ جتنا شرارتی تمہارا دماغ ہے.. تم کچھ بھی کر گزرتی ہو۔"

"اوہوں.. چوری کرنی ہوتی تو پہلے آپ کے گھر ڈاکہ ڈالتی۔" آنکھیں گھما کر کہا گیا۔ "تو ڈال لیتیں... میرا گھر تمہارا۔ میری چیزیں تمہاری۔ میرا پیسہ تمہارا۔ تم میری اور میں تمہارا۔"

وہ کھلکھلائی پھر بولی۔ "سنیں۔"

"جی حکم کریں..."

"اب آپ آئمہ ریحام کے ساتھ کیا کریں گے؟"

اس نے ایک گہرا سانس اپنے اندر کھینچا۔ "ان کے ساتھ تو میں وہ کروں گا کہ دنیا دیکھے گی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یعنی اب آپ انہیں حراست میں لے لیں گے؟"اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔"کیا میں آپ کے ان کو حراست میں لینے کے بعد ان سے مل سکتی ہوں؟"

"تمہیں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تھینک یو۔"پھر رکی جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔"ہیپی برتھڈے۔"

"یہ دو لفظ تحفہ دیتے ہوئے بولتے ہیں شاید۔"المیر نے اس کا ہاتھ تھاما۔"بھول گئی تھی.. سوری۔"سُرمئی آنکھیں مسکرائیں تو دائیں آنکھ پر تل نمایاں ہوا۔

"تھوڑی سی پاگل ہو پر میری ہو..."سکون سے الفاظ ادا ہوئے۔"پاگل کس کو کہا؟"دو قدم آگے بڑھائے تو وہ ایک قدم پیچھے ہوا۔"خود کو..."دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھالئے جیسے سرنڈر کر رہا ہو۔

"ہوں.. پھر ٹھیک ہے۔"وہ اس کے انداز پر مسکرانے لگا۔

چند منٹ مزید وہ باتوں میں مشغول رہے پھر المیر نے تھانے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

****

شام کے سات بج رہے تھے۔وہ اپنے دل کو مار کر گھر لوٹا تھا۔اب اُسے گھر گھر نہیں لگتا تھا۔ اس کے ہر بڑھتے قدم کے ساتھ اُسے عالیہ کا چہرہ نظر آرہا تھا۔دل تو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

وہ قدم قدم چلتا ہوا آیا اور ہال کے بیچوں بیچ ٹھہر گیا۔وہیں اس کی نانی جائے نماز بچھائے فرش پر بیٹھیں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھیں۔

اپنے بوٹ اتارتے وہ ان کے پاس بیٹھا پھر بڑے آرام سے ان کی گود میں اپنا سر رکھ لیا۔ آنکھیں بند لیں۔

"کیا ہوا میرے بچے کو؟" نانی کی آواز آئی۔ پر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ بلکہ دھیمے سے مسکایا۔ "عالیہ کا کیس سولو ہونے لگا ہے، نانو۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" نواسے کے سر کو ہولے ہولے سے دبانے لگیں۔ "نہیں، نانو... عالیہ کا کیس تو حل ہو جائے گا پر نتیجہ ایسا نکلے گا کہ سب بکھر جائیں گے۔"

"بکھرنے دو، راحم۔ کوئی بات نہیں۔ انصاف سے بڑی شے اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ عالیہ کو انصاف چاہیے۔ سو اُسے وہ لینے دو۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"لیکن.. میرا دوست.. اس کی زندگی تباہ ہو جائے گی، نانو۔"

"وقت بہت پیچیدہ اور آسان مرہم ہے۔ سب کے زخموں پر لگتا ہے۔ پہلے تو ذرا سی سسکی زبان سے نکلتی ہے لیکن پھر زخم بھرنے لگتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، خدا پر بھروسہ رکھو۔"

"اور میں؟ میں کیسے سکون پاؤں گا، نانو؟" وہ اتنی معصومیت سے کہہ رہا تھا کہ کسی کا بھی دل پل میں پگھل جاتا۔

"تمہیں خود اپنے آپ کو دوسرا موقع دینا ہوگا، بچے۔ اگر تم خود کو محدود رکھو گے تو زمانہ تمہیں محدود کر کے رکھ دے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"یعنی آگے بڑھو، میرے بچے۔" ان کی نیلی آنکھوں میں پانی جمع تھا۔ جو کہ کسی بھی وقت بہ جانے کو بے تاب تھا۔

"میں اُس کے بغیر آگے کیسے بڑھوں گا؟"

"دبے پاؤں... ہولے ہولے۔ زندگی تمہیں سود کھ دے گی۔ تم اُسے ہر بار ایک موقع دینا، راحم۔ اور دیکھنا اختتام پر تمہاری جیت ہوگی اور دکھ زیرِ شکست ہوں گے۔"

"اور اگر...اگر دکھوں کی جیت ہو گئی تو؟"

"نیک دل لوگوں کی ہار نہیں ہوتی، بیٹا۔نہ اس جہان میں اور نہ ہی اُس جہان میں۔۔"

"پرامس؟"اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی آگے کی تو نانی نے بھی اپنی چھوٹی انگلی اس سے جوڑی۔"پرامس۔"

****

گھر کے وہ تین افرادرات کے آٹھ بجے خلیل منزل کے بیچوں بیچ بیٹھے تھے۔وہاج آئمہ خلیل کے کندھے پر سر رکھے فون استعمال کر رہا تھا۔آئمہ خلیل میگزین دیکھنے میں مصروف تھیں اور خلیل محمد چپ چاپ سے سینے کے آگے ہاتھ باندھے بیٹھے تھے۔

تب ہی ان سب کا خول ایک ساتھ ٹوٹا جب المیر خلیل گھر کے اندر داخل ہوا۔ پورا دن یہاں وہاں کے کام کرتا رہتا تاکہ گھر نہ جانا پڑے۔ اور پھر آخر کو اس کی منزل اُسے یہاں تک لے ہی آئی تھی۔ اُسے اس کی ماں کی قاتلہ تک لے آئی تھی۔

وہ صوفوں کے قریب آیا تو دھیرے سے اپنی بائیک کی چابی میز پر رکھی۔ پھر بیٹھ کر بوٹ اتارے۔ گھر کتنا ویران تھا، اُسے آج اس بات کا احساس ہوا تھا۔ ورنہ عالیہ کی موجودگی میں جب وہ گھر آتا تو وہ چہچہاتی ہوئی اس تک آتی اور اُسے سلام کرتی تھی۔ اور اب...

ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے ایک ایک کر کے سب پر نظر ڈالی۔ آخر میں آئمہ خلیل کو دیکھا جو کہ اُسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھیں۔ جھوٹ، فریب اور دھوکے بازی... کتنے اچھے سے کر لیتی تھیں۔

اپنے اوپر اچھائی کا ایسا خول چڑھا رکھا تھا کہ ہر مہینے غریبوں کی مدد کرتی تھیں۔ لوگوں کے کام آتی تھیں۔ نوکروں کی مالی امداد کرتی تھیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آئمہ خلیل قاتلہ ہو سکتی ہیں۔

وہ قدم قدم چلتا ان تک آیا۔ ہر قدم کے ساتھ اُس کے کانوں میں عالیہ اور ان کی گفتگو گھوم رہی تھی۔ مٹھی بھینچتے وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ ان کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔

"برو.. نیچے کیوں بیٹھ گئے؟" اپنی ماں کے کندھے پر سے سر ہٹاتے وہ اُسے دیکھنے لگا۔ لیکن ایک منٹ.. یہ بھائی نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟ وہ سوچتے ہوئے اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔

"بھائی۔"

"ماما، آپ نے ایسا کیوں کیا؟" وہ ان کے ہاتھوں کو تھامے اتنے پیار سے بول رہا تھا کہ خلیل محمد بھی اُسے دیکھنے لگ گئے تھے۔

"کیا کیا میں نے، بیٹا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"بیٹامت کہیں مجھے.. نہیں ہوں میں آپ کا بیٹا۔" وہ اب بھی آرام سے زیرِ گفتگو تھا۔ وہاج اور خلیل محمد کی بھنویں تنگ ہوئیں۔ "بھائی کیا-"

"کیوں مارا آپ نے میری ماں کو؟"

آواز ہال میں گونجی تھی۔ خلیل محمد جملہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہاج بھی صوفے سے اٹھا۔ آئمہ خلیل کی تو آنکھیں باہر آنے کی حد تک سوجھ چکی تھیں۔

"المیر کیا بول رہے ہو؟" آئمہ خلیل فوراً بولی تھیں۔ وہاج بھی قدرے حیران تھا۔ "بھائی کیا بول رہے ہیں آپ؟"

"آپ نے ایک بار بھی میرے اور میری بہن کے بارے میں نہیں سوچا۔ کہ ہم دونوں ماں کے بنا کدھر جائیں گے۔ کیا کریں گے۔ کیسے رہیں گے۔ آپ جانتی ہیں میں نے خود کو خود ہی پروان چڑھایا ہے۔ میری ماں نہیں تھی۔ میرا باپ گھر پر نہیں ہوتا تھا۔ میں اکیلا ہو گیا تھا۔ اور پھر... پھر بابا آپ کو اس گھر میں لے آئے۔ آپ نے میری عالیہ کو سنبھالا۔ اس کا خیال

رکھا۔اُسے پالا۔مجھے آپ سے محبت ہوگئی۔حالانکہ میرا آپ نے اتنا خیال نہیں رکھا تھا۔پر میری بہن کو پالتی تھیں..میرے لئے یہ بہت تھا۔"

"المیر بھا۔"

"میں نے آپ کو اپنی ماں سے زیادہ پیار دیا..عزت دی۔جس روز رحمان امین کے گھر میں آگ لگی اس روز میں نے سچ میں آپ کو نہیں دیکھا تھا۔میں نے پرچھائی دیکھی تھی۔اور میں نے بیان میں بھی وہی کہا تھا۔کیونکہ میں جانتا تھا آپ کبھی کچھ ایسا کر ہی نہیں سکتیں۔جسے میں نے اپنی سگی ماں سے زیادہ پیار دیا وہ قاتلہ ہو ہی نہیں سکتی۔جس کے لئے میں نے دو معصوم بچیوں کو مڑ کر نہیں دیکھا وہ فریب کار ہو نہیں سکتی۔"

"المیر۔"

"آپ نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔ آپ نے مجھ سے میری وہ ماں لے لی جس نے مجھے پیدا کیا تھا اور وہ ماں بھی لے لی جس سے میں نے محبت کی تھی..." آنسو ایسے نکل رہے تھے جیسے آج نہیں رکیں گے۔ "..کیوں کیا آپ نے ایسا؟"

"بھائی.. آپ کیا بول رہے ہیں۔ ماما کیوں ماریں گی کسی کو۔ ماما ماہِ نور آنٹی کو کیوں ماریں گی، بابا؟" وہ باپ کی طرف پلٹا جو کہ بس ایک طرف کھڑے ہو کر اپنے بیٹے کی زبان سے نکلتے الفاظ کو سن رہے تھے۔

المیر آنسو صاف کرتا ہوا زمین سے اٹھا۔ "آپ نے ہی میری عالیہ کو مارا ہے ناں۔ آپ نے مجھ سے میری گڑیا چھین لی۔ آپ نے میری آدھی دنیا کو آگ لگا دی، آئمہ ریحام۔ مجھے آج تک کسی سے اتنی نفرت محسوس نہیں ہوئی جتنی مجھے اس وقت آپ سے ہو رہی ہے۔"

وہ بھی اس کے مقابل کھڑی تھیں۔ ایک ہاتھ اس کے شانے پر رکھا۔ چہرے کا رنگ پل میں سرخ ہو چکا تھا۔ "آپ لوگ میری سالگرہ منانا چاہتے تھے آج، پر میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میری سالگرہ کا اس سے اچھا تحفہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔"

"یہ تمہارے الفاظ نہیں ہیں، المیر۔ یہ سب تمہیں اِشفا نے-"

"خبر دار...!" شہادت کی انگلی فضا میں بلند کی۔".. جو آپ نے میری بیوی کا ذکر بھی کیا۔"

آئمہ خلیل نے ایک قدم پیچھے لیا۔ نظریں تو اس کی انگلی پر ٹکی تھیں۔ وہ تو یہ سوچ نہیں پا رہی تھیں کہ اچانک یہ کیسے ہو گیا؟

ناولز کلب

"میری بیوی کے خلاف اب اگر کسی نے ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نکالا تو میں اپنی پر آ جاؤں گا۔ اور پھر جو ہو گا وہ آپ سے دیکھا نہیں جائے گا۔" آئمہ خلیل کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ وہاج اپنے بھائی کو بازو سے پکڑ کر جھنجوڑ رہا تھا۔ اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بھائی... آپ جھوٹ بول رہے ہیں ناں۔" وہ رو رہا تھا۔ بہت زیادہ۔ اُسے اپنی ماں پر یقین تھا پر اُس کا بھائی بھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

"ماما... بھائی کیا بول رہے ہیں؟" وہ ان کی طرف مڑا پھر خلیل محمد تک بڑھا۔ "بابا... بابا بھائی کیوں کر رہے ہیں یہ سب؟"

خلیل محمد بھی رو رہے تھے۔ انہیں تو اتنے درد ملے تھے کہ گنتی ہی بھول جائے۔ "وہ ٹھیک کہہ رہا ہے، وجی۔ المیر سچ بول رہا ہے۔"

"تم.. تم سب مل کر مجھے پھنسا رہے ہو۔ پہلے کوئی مجھ پر قتلوں کے الزام لگاتا رہا۔ میرے خلاف وارداتوں کی جگہوں پر ثبوت چھوڑے گئے اور اب تم بھی میرے خلاف بول رہے ہو۔ تم سب کے سب ملے ہوئے ہو۔" وہ اتنے وقت میں پہلی دفعہ زور سے چلائی تھیں۔ اپنی سچائی کھلنے پر کون نہیں ڈرتا؟

"میں نے اپنے کانوں سے عالیہ اور آپ کی گفتگو کی ریکارڈنگ سنی ہے۔ آپ اُسے دھمکا رہی تھیں۔ آپ نے اس میں اپنے تمام جرم قبول کیے ہیں۔" اس کا لہجہ اب آرام گو ہو چکا تھا۔ اپنے چہرے پر سے ٹپکتے آنسو صاف کرتے اس نے اپنے باپ اور پھر بھائی کی طرف دیکھا۔

"کون سی ریکارڈنگ، بھائی؟ آپ نے جو بھی سنا ہو گا وہ سب جھوٹ ہے بھائی۔ ماما.. میری ماما ایسا نہیں کر سکتیں۔" وہ اپنے بھائی کے سینے سے آن لگا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا بھائی کسی بھی طرح خاموش ہو جائے۔ مزید کچھ نہ کہے۔

"ہاں.. ک- کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟"

وہ پہلے حیران ہوا پھر ہنسا۔ طنزیہ سا۔ "میں ایک ایماندار پولیس آفیسر ہوں، آئمہ ریحام۔ میں کیسز بناتا ہوں.. لوگوں پر کیسز ڈالتا ہوں۔ مجھے آپ کو سلاخوں کے پیچھے کرنے کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں.. مجھے میرے وکیل سے بات کرنی ہے۔ خلیل آپ میرے وکیل کو کال کریں۔" وہ اس سب میں تو بھول ہی گئی تھیں کہ خلیل صاحب المیر کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ وہ اس قدر بھوکلا گئی تھیں۔

"آپ جانتی ہیں آپ پر اتنے قتلوں کی الزام کس نے لگائے؟ ایجنٹ ایلیون نے۔ میں نہیں جانتا وہ کون ہے پر وہ جو بھی ہے میں اس کی ہمت کی داد دیتا ہوں۔ اس نے آپ کے خلاف اتنے ثبوت چھوڑ دیے ہیں کہ آپ پر کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اگر وہ تمام تر الزام بھی ہوئے تو اب آپ کا یہ سوتیلا بیٹا انہیں یقینی بنائے گا، یہ میرا وعدہ ہے آپ سے!"

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے، المیر..." وہ اس کو بازو سے پکڑ کر اس کی منتیں کر رہی تھیں۔ "میری بیوی نے بھی سب کی اسی طرح منتیں کی تھیں۔ میں نے اس کا، اپنی سگی ماں کا اور عالیہ کا بدلا نہ لیا تو میں المیر خلیل نہیں۔"

وہاج روتے روتے ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے لئے اتنا سب کچھ سوچنا مشکل تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُسے ابھی بھی لگ رہا تھا جیسے المیر مذاق کر رہا ہو۔

اسی ٹائم المیر کا فون بجا۔ "ہاں آجاؤ اندر۔"

دو منٹ بعد ہی پولیس اور زنانہ پولیس اندر داخل ہوئی تھی۔لیڈی پولیس اب آئمہ خلیل کو ہتھکڑی پہناتے اپنے ساتھ کھینچ کر لے کر جا رہی تھی۔وہاج رو رہا تھا..اونچا اونچا۔خلیل محمد کے آنسو بے آواز زار و قطار بہ رہے تھے۔آج کا دن واقعی بہت انتظار کروا کر آیا تھا۔ایک مدت لگی تھی اس منظر کو آتے آتے۔کتنے ہی پل انھوں نے آنکھوں میں کاٹے تھے۔

انتظار کہاں آسان ہوا کرتا ہے؟

وہ چیخ رہی تھیں۔چلا چلا کر ایک ایک فرد کو پکار رہی تھیں پر کوئی نہیں سن رہا تھا۔ٹھیک ویسے ہی جیسے اِشفا امین کو انیس سال پہلے کسی نے نہیں سنا تھا۔جیسے اُسے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

شور اب ختم ہو گیا تھا۔پولیس رات کے دس بجے آئمہ ریحام کو گرفتار کر کے لے جا چکی تھی۔خلیل منزل میں زناٹے دار خاموشی چھائی تھی۔بس وہاج کی سوں سوں کی آواز ایک طرف سے آرہی تھی۔

اس نے آج کا دن ایسا تو خیال نہیں کیا تھا۔ وہ تورات کو اپنے بھائی کو تحفے دینے والا تھا۔ سب ایک ساتھ مل کر اس کی سالگرہ کا کیک کاٹنے والے تھے۔ سب کچھ ویسا کیوں نہیں ہوا تھا جیسا اس نے سوچا تھا؟

وہ کیا کیا سوال کرتا اور سوال کرنے کی ابتدا کہاں سے کرتا؟ آیا پوچھتا کہ اس کی ماں نے کیا کیا رنج ڈھائے یا پوچھتا کہ وہ ماں کے بنا کیسے رہے گا۔

"وجی..." اس نے اُسے سینے سے لگایا تھا۔ اس کے سینے سے لگتے ہی اُس کے رونے کی آواز میں کافی چڑھاؤ آگیا تھا۔ وہ ایسے رو رہا تھا جیسے کوئی مر گیا ہو۔

"آپ.. آپ بھ- بہت گندے ہیں۔" وہ روتے روتے بولا تھا۔ خلیل محمد اس سے کچھ ہی فاصلے پر بیٹھے تھے۔ آنسوؤں کو ضبط کیے۔ خود پر قابو پائے۔

"وجی.. میری جان۔رونا بند کرو۔" وہ اس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔اُسے گھر کا رُخ کرنے سے اسی لئے خوف آرہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سب سنبھل جائیں گے بس وہاج نہیں سنبھل پائے گا۔

وہ دونوں پندرہ منٹ یوں ہی خاموش بیٹھے رہے۔وہاج روتے روتے سو گیا۔تب ہی اس کی نظر اپنے والد پر پڑی۔"بابا.."اس نے آواز لگائی تو وہ اس کی اور دیکھنے لگے۔"کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟"

انہوں نے مسکراتے ہوئے سر اوپر نیچے ہلایا۔"تم اس کو لیٹا کر آؤ۔میں چینج کر کے تمہارے کمرے میں آتا ہوں۔"

سُرمئی آنکھیں آسمان پر ٹکی تھیں۔وہ شیشے کی دیوار کے ساتھ سر ٹکائے ہاتھ باندھے بیٹھا تھا۔جب اُسے کسی کے بھاری قدموں کی آواز آئی۔اس شخص کی چال مخصوص تھی۔ایک سکون تھا اس کے ہر قدم میں۔

وہ اس تک آیا تو رک گیا۔"المیر۔" گردن ٹیڑھی کر کے اپنے والد کو دیکھا۔"بیٹھیں بابا۔"

وہ انہیں دیکھے گیا۔سو قسم کے سوالات اس کی زبان پر آنے کو بے تاب تھے۔وہ ان سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ہر سوال کے بیچ کا لفظ آخر اور آخر کا لفظ کیوں تھا۔

"آپ نے آئمہ خلیل سے شادی آخر کیوں کی؟"

یہ وہ سوال نہیں تھا جو وہ پوچھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جب بھی وہ ان سے سوال کرنے کا سوچتا تھا تو اُس کے ذہن میں صرف ایک یہی سوال آتا تھا۔

خلیل محمد آرام سے اس تک آئے اور اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ "تمہیں اور عالیہ کو ایک ماں کی ضرورت تھی، المیر۔"

"لیکن ہم دونوں صرف آپ کے ہاتھوں بھی تو بڑے ہو سکتے تھے۔" وہ ان سے اتنا بد گمان کب اور کیوں ہوا تھا؟ وہ حیران ہوتے ہوئے سامنے کی سمت دیکھنے لگے۔

"تمہیں نہیں لگتا تمہیں یہ سوال مجھ سے تب کرنا چاہیے تھا جب میں آئمہ سے شادی کر رہا تھا؟" قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈالتے انھوں نے سگریٹ کی ڈبی باہر نکالی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"میں آپ سے بہت ناراض تھا۔ ابھی بھی ہوں۔ اس وقت سوال نہیں کر سکا کیونکہ لفظوں کا ٹھیک استعمال نہیں آتا تھا۔ اب اس لئے کر رہا ہوں کیونکہ آپ کی خاموشی میری جان لے لے گی، بابا۔" انھوں نے لائٹر جلایا اور پھر اس سے سگریٹ۔

"تمہیں لگتا ہے میں نے آئمہ سے محبت کی شادی کی تھی؟" سگریٹ کو ہونٹوں سے لگاتے انھوں نے اپنے بڑے بیٹے کی طرف دیکھا۔ "شاید۔"

"مجھے زندگی میں صرف ایک دفعہ محبت ہوئی ہے،المیر۔اوراس محبت کی حفاظت میں آج تک کررہاہوں۔کوئی عورت وہ جگہ نہیں بناسکتی میری زندگی میں جواس نے بنائی تھی..." المیر نے ان کی طرف دیکھا۔"...تمہاری ماں کی بات کررہاہوں۔"

اس نے ایک گہراسانس ہوا کے حوالے کیا۔پھر آنکھیں پل بھر کے لئے میچیں۔"آپ جانتے ہیں، بابا۔۔میں نے اپنی زندگی میں چار عورتوں سے سب سے زیادہ محبت کی ہے۔اور ان چاروں میں سے کوئی مجھ سے وفا نہیں نبھا پایا تو کسی سے میں نہیں نبھا پایا۔"

"تمہیں لگتا ہے تم اِشفا سے وفا نہیں کر پائے؟"اُس نے سر ہلایا۔"اور امی سے بھی۔میں نے امی کا درجہ ایک ایسی عورت کو دے دیا جس نے کبھی مجھ سے محبت کی ہی نہیں، بابا۔"

"شادی صرف ایک چیز پر چلتی ہے،احترام پر۔جب دل سے وہ اور زبان سے اُس کے لئے احترام ختم ہو جائے تو رشتے نہیں چلتے۔آئمہ سے میری شادی کی صرف ایک وجہ تھی..میں نہیں چاہتا تھا تم اور عالیہ اکیلے رہ جاؤ۔مجھ سے گھر پر ٹائم نہیں دیا جاتا تھا۔کیونکہ اول تو میرا گھر

آنے کا جی ہی نہیں چاہتا تھا اور دوم بزنس میں نقصان پہ نقصان ہو رہے تھے۔ ایسے میں میری خالہ نے مجھے دوسری شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ وقت لگا پر میں مان گیا۔ نا جانے کیسے پر آئمہ کا رشتہ آیا اور میں نے ہاں کر دی۔ شادی ہو گئی.. وقت بیتنے لگا۔ آئمہ کا رحمان کے گھر آنا جانا ہونے لگا۔ کہ پھر اچانک رحمان کے گھر آگ لگ گئی۔ پھر اِشفا نے اُس پر الزام لگایا۔ میں شک میں پڑ گیا۔ میں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح بات کی تہ تک پہنچوں۔ آئمہ تم بچوں کو لے کر اپنی پھپھو کی طرف چلی گئی تھی۔ میں نے اِشفا کو گھر کرائے پر لے دیا۔ اُس کی مالی امداد کرنے کی بھی کوشش کی۔ پھر اکتوبر کے مہینے میں میری خالہ مجھ سے ملنے آئیں۔ وہی جنہوں نے میری شادی آئمہ سے کروائی تھی۔ باتوں ہی باتوں میں انہوں نے مجھے بتایا کہ آئمہ نرس تھی۔ شادی سے پہلے اس نے نرسنگ کا کورس کیا تھا۔ میں حیران ہوا کیونکہ اس نے اتنے عرصے میں کبھی مجھ سے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔"

"پھر.. پھر کیا ہوا؟"

"میں جانتا تھا آئمہ کا آخری نام ریحام ہے۔ اور ماہِ نور کی نرس کا بھی نام ریحام تھا۔ جب مجھے یہ معاملہ سمجھ میں آیا تو ایک ایک راز کھلنے لگا۔ رحمان مرنے سے پہلے مجھ سے ملنے کا ارادہ

رکھتا تھا۔ سات جولائی کو صبح صبح اس نے مجھے کال کر کے ملنے کے لیے بلایا تھا۔ میں نے اُسے کہا تھا شام کو مجھ سے میرے آفس آکر ملے۔ اُسے مجھ سے کوئی ضروری بات کرنی تھی، المیر۔ میرا دوست مجھ سے وہ بات نہیں کر سکا۔" آنکھ سے ایک آنسو بہ نکلا۔ "میں ہسپتال گیا۔ میں نے ماہِ نور کی نرس کے بارے میں جانکاری نکالی۔ وہاں کی ایک اور نرس نے مجھے اس کی فائل تھمائی تھی۔ اور جانتے ہو اس فائل میں کیا تھا؟ اس میں آئمہ کی ساری معلومات تھی۔ بس نام ریحام تھا اور تصویر کسی اور کی تھی۔ میرے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔"

المیر نے آنکھیں بند کرلیں۔ سر باپ کے کندھے پر رکھ لیا۔ "میرے پاس شمسہ نور آئی تھیں۔ انھوں نے مجھے اِشفا کے ذہنی توازن سے آگاہ کیا۔ وہ سب جانتی تھیں، المیر۔ اِشفا نے انہیں ایک ایک بات بتائی تھی۔ اِشفا پتا نہیں کیسے پر جانتی تھی کہ آئمہ نے ماہِ نور کو مارا ہے۔ میں نے شمسہ کو مشورہ دیا کہ وہ عامر سے اس بارے میں بات کرے۔ عامر بہت پہنچا ہوا صحافی تھا۔ وہ ثبوت اکھٹے کرنے میں ماہر تھا۔ شمسہ کے انتقال تک عامر نے بہت سے ثبوت جمع بھی کر لئے تھے۔ لیکن پھر اُسے بھی مار دیا گیا۔ آئمہ نے میرے دو دوستوں کی جان لے لی، المیر۔ تم جانتے ہو دوستوں کا مرنا کیسا ہوتا ہے؟"

المیر کی ذہن کی اسکرین پر راحم کی تصویر درخشاں ہوئی۔ وہ اس کے بغیر کسی بھی قیمت پر نہیں رہ سکتا تھا۔ "میں ڈر گیا تھا۔ نہ میرے پاس ثبوت تھے اور نہ ہی گواہ۔ میرا واحد اثاثہ صرف تم، وہاج اور عالیہ تھے۔ میں جانتا تھا آئمہ کو اگر پتا چلا کہ میں اس کی سچائی جانتا ہوں تو وہ تم لوگوں کو بھی نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اس لیے میں نے کبھی اُس پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اور اتنی مدت بعد.. آج جا کر میں نے سکھ کا سانس لیا ہے، المیر۔ میں آزاد ہو گیا ہوں۔ ڈر سے.. خوف سے۔" اب کہ وہ مکمل طور پر آواز کے ساتھ رو رہے تھے۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا بابا؟" اس کی آنکھیں اب تک بند تھیں۔ اس نے چھبیس سالوں میں پہلی دفعہ اپنے باپ کے کندھے پر سر رکھا تھا۔

"تم میری بات مان لیتے؟ کوئی ثبوت نہیں تھا میرے پاس۔ تم جانتے ہو جب عامر کی موت ہو گئی تو میں کتنا ٹوٹ گیا تھا؟ ساری امید ختم ہو گئی تھی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کی آئمہ ریحام سے لڑائیاں بھی تو ہوتی تھیں۔ کیوں؟" سالہ سال ہوتی رہی تھیں۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ ان کے پیچھے کی وجہ کیا تھی۔

"مقابلہ.. جب رشتوں میں مقابلے ہونے لگتے ہیں ناں، المیر، تو زندگیاں خراب ہو جاتی ہیں۔ وہ مجھ سے مقابلے کرتی تھی۔ مجھے دکھ دیتی تھی۔ تب ہمارا جھگڑا ہوتا تھا۔" چہرہ موڑ کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔ "تمہارا اِشفا کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ سب سے الگ ہے۔ وہ رشتہ تمہارا کسی سے نہیں بن پائے گا۔ قدر کرو اُس کی۔ کبھی بھی اُس سے کسی بھی قسم کا مقابلہ مت کرنا۔ اُسے کبھی کسی دوسری عورت سے نہ ملانا۔ اُسے سر پر بٹھا کر رکھنا۔ گھر بار سب بعد میں.. اِشفا کو سب سے پہلے رکھنا۔"

Clubb of Quality Content

ان دونوں کے بیچ کچھ پلوں کے لئے سکوت چھا گیا۔

"بابا... آئی ایم سوری۔ میں آپ کی حالت نہیں سمجھ پایا۔ میں نے آپ سے بات کرنا بند کر دی۔ آئی ایم سو سوری۔" خلیل محمد مسکرائے اور پھر بیٹے کے سر پر پیار دیا۔

"کوئی بات نہیں... لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ اب تمہیں کوئی بھی بات کرنی ہو گی تو تم میرے پاس آؤ گے۔"

اس نے ہولے ہولے سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے۔ پکا وعدہ۔"

****

وہ چہرہ جھکائے بیٹھی تھیں۔ نظریں زمین پر کچھ ٹٹول رہی تھیں۔ چہرہ دس گھنٹوں میں ایسے مرجھا گیا تھا جیسے کوئی مردہ بیٹھا ہو۔

"میں آخری دفعہ پوچھ رہا ہوں۔ عالیہ کو آپ نے مارا ہے؟" راحم میز پر دونوں ہاتھ جمائے کھڑا تھا اور المیر اس سے کچھ ہی فاصلے پر رکھی کرسی پر بیٹھا تھا۔

یہ دونوں پچھلے دو گھنٹوں سے اس عورت سے تفتیش کر رہے تھے۔ پر کسی بھی سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب وہ نہیں دے رہی تھیں۔ "میں کہہ رہی ہوں ناں.. میں نے کسی کو نہیں مارا۔" آنکھوں سے آنسو ایک ساتھ نکلے۔

"آئمہ ریحام.. مجھے مجبور نہ کریں سخت اقدامات اٹھانے پر۔" وہ نرم گو لہجے میں ان سے مخاطب تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا..." وہ اب بھیگی آنکھوں کو بنا اوپر اٹھائے ان کے آگے ہاتھ جوڑ رہی تھیں۔ "مجھے جانے دو.."

"آپ کا رومال نفیسہ کی جائے مرگ سے کیوں برآمد ہوا تھا؟" یہ دو گھنٹوں میں اس کے منہ سے نکلنے والا دوسرا جملہ تھا۔

"تم ہی تو کہہ رہے تھے کہ ایجنٹ ایلیون نے میرے خلاف ثبوت چھوڑے ہیں.." سرخ آنکھیں لئے اُسے تکتی گئیں۔

"میں نے کب کہا؟"

ابرو اٹھائی تو آئمہ ریحام کے چہرے کے رنگ برق رفتاری سے ردوبدل ہوئے۔ "تم.. تم نے ہی تو کہا تھا۔"

"کب؟ کس نے سنا؟" اس نے اداکاری کرتے ہوئے پہلے انہیں دیکھا اور پھر چہرہ راحم کی طرف کرلیا۔ "تم نے سنا مجھے یہ کہتے ہوئے؟" اس نے شانے اٹھائے پھر سر نفی میں ہلایا۔

Clubb of Quality Content

"تم.. مجھے پھنسا رہے ہو۔ تم اپنی ماں کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو؟" آواز میں کپکپاہٹ واضع تھی۔ "اول تو آپ میری ماں نہیں ہیں اور دوم، میں واقعی آپ کو پھنسا رہا ہوں۔ اس لئے آپ کے پاس صرف دو ہی راستے بچتے ہیں۔ یا تو اعتراف کرلیں یا پھر اعتراف کرلیں۔" ڈھیلی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کے کونوں کو اٹھا گئی۔

وہ اب آواز کے ساتھ اونچا اونچا رو رہی تھیں۔ پتا نہیں کتنے ہی پل ان کے آنسوؤں کی نظر ہو گئے۔ پھر جیسے کچھ اچانک بدلا تھا۔

وہ روتے روتے پاگلوں کی طرح ہنسنے لگی تھیں۔ اور دو منٹ تک ہنستی ہی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ آنسو ایک مرتبہ پھر سے نکلنے لگے۔

"بہت دیر کی مہرباں آتے آتے.. "ہنسی کے بیچ یہ جملہ بے ساختہ ان کی زبان سے ادا ہوا تھا۔ راحم اور المیر کے چہرے کے تاثرات پل میں تبدیلی اختیار کر گئے تھے۔

چہرہ اب ایک دم سیدھا تھا۔ لٹیں چہرے پر جگہ جگہ پھیلی ہوئی تھیں۔ اب کہ وہ چہرہ پیچھے پھینک کر مسکرا رہی تھیں۔

"ہاں.. "ہنسی کے بیچ وہ بولی تھیں۔ "..میں نے ہی.. "سر دھیرے دھیرے اوپر نیچے ہل رہا تھا۔ ان کے کارناموں کی گواہی دے رہا تھا۔ "..سب کو مارا ہے۔ "ہنسی بند ہوئی تو ہولے سے کھانستی گئیں۔ "پانی ملے گا؟"

المیر نے جبڑے بھینچتے ہوئے قوی کو پانی لانا کہا جو کہ کمرے کے باہر ہی کھڑا تھا۔ وہ ایک منٹ کے اندر اندر پانی لایا اور اُسے تھما گیا تھا۔ ہتھکڑی میں جکڑی کلائیاں اوپر اُٹھیں۔ ہاتھ گلاس کے ارد گرد گئے اور میز پر سے اُسے اٹھایا۔ پھر منہ سے لگایا۔

دھیرے سے اُسے نیچے رکھتی گئیں۔

پھر ہاتھ کی پشت سے لبوں کے پاس ٹھہرا ذرا سا پانی صاف کیا۔ "ماہِ نور، رحمان، سحر، شمسہ، عامر، نفیسہ، غنی اور احسان.. سب کو میں نے مارا ہے۔ اور ہاں..." راحم پر نظر ڈالی۔ "...عالیہ کو بھی۔"

اعتراف جرم پر دونوں نے ایک ساتھ گہری آہ بھری تھی۔ ان دونوں کو عالیہ کے نام پر سب سے زیادہ تکلیف ہوئی تھی۔ المیر نے چہرہ اور گردن قدرے پیچھے کیے ہوئے تھے۔ وہ چھت کو گھور رہا تھا جیسے الفاظ جمع کر رہا ہو۔

"اسی لیے اعتراف نہیں کر رہی تھی.. مجھے پتا تھا تم دونوں کو تکلیف ہو گی۔ دیکھو کتنی قدر کرتی ہوں میں۔"

"زبان بند رکھیں اپنی!" المیر غصے سے دھاڑا تھا۔ راحم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"سب کچھ شروع سے بتائیں.." وہ المیر کی کرسی کے ساتھ رکھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔

"شروع سے؟ میر اگلا بیٹھ جائے گا۔" معصومیت سے ہونٹ آپس میں پیوست کر لئے۔

Clubb of Quality Content!

اس نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی.. اور ہاتھ سے انہیں ابتدا کرنے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے ایک گہرا سانس باہر نکالا۔ پھر گردن دائیں بائیں ہلائی۔

"ماہِ نور سے مجھے بڑی جلن تھی۔ ہر کوئی اُسے پسند کرتا تھا۔ ویسے تھی وہ بہت خوبصورت.. بالکل۔۔" المیر سے نظریں ملائیں۔"۔۔عالیہ کی طرح۔ خیر میری بہت پہلے سے خلیل پر نظر تھی۔ ہماری کالج کے سامنے ہی ان کا بھی کالج تھا۔ پھر میں نے بہت پلاننگ کر کے اپنا

رشتہ ان کے گھر بھیجا۔ہاں ہونے ہی والی تھی کہ تمہاری ماں نے میری ساس کو سب کچھ بتا دیا۔اب یہ بات تو تمہیں پتا ہی ہو گی کہ تمہاری دادی اور ماہِ نور کی ماں سہیلیاں تھیں۔"

"جب ان کو میرے اُس جرم کی اطلاع ہوئی جو کہ میں نے کبھی کیا ہی نہیں تھا، تو مجھے بہت دکھ ہوا۔ بہت روئی میں۔ سب کہتے تھے میں نے میری بہن کو مارا ہے.." وہ دیوار کو خالی نظروں سے گھور رہی تھیں۔".. جبکہ میں نے نہیں مارا تھا۔وہ سیڑھیوں سے گری تھی۔ لیکن میری پاگل ماں نے سب کو کہا کہ میں نے جان کر اُسے گرایا تھا۔میری ماں تو بہت پہلے سے مجھ سے نفرت کرتی تھی۔گھر والوں کے بعد جب مجھے باہر والوں سے بھی وہی کچھ ملا تو میں انتقامی ہو گئی۔"

"میں نے.. پتا کروایا کہ خلیل کی ماں کو اس بات کی خبر ہوئی کیسے؟ میرے علم میں آیا کہ اس کے پیچھے ماہِ نور کا ہاتھ تھا۔میں اُس روز بہت غصے میں تھی۔ میں نے اُسے اس کی یونیورسٹی جا کر تھپڑ مارا تھا۔"

Clubb of Quality Content

"اور ضرور ان سے معافی والی بات آپ کی کزن نے آپ کے کہنے پر کہی تھی جبکہ آپ نے کبھی ان سے معافی مانگی ہی نہیں تھی، نہیں؟" راحم بولا تھا۔

انہوں نے سر اثبات میں ہلایا۔ "دو سال بعد مجھے خبر ہوئی کہ خلیل اور اس کی شادی ہو گئی.. وہ دن میری زندگی کا سب سے بھیانک دن تھا۔ میں پاگلوں کی طرح روئی تھی۔ اور روتے روتے میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ ماہِ نور کو نہیں چھوڑوں گی۔ پھر تم پیدا ہوئے، المیر.. میں تمہارے گھر کی پل پل کی خبر رکھتی تھی۔" ہولے سے مسکرائیں۔ "مجھے پتا چلا کہ ماہِ نور کس ہسپتال میں ماہانہ چیک اپ کے لئے جاتی ہے۔ میں نے جالی ڈگری بنوا کر اسی ہسپتال میں بطور نرس کے نوکری کی۔ اور سہی وقت آنے پر اس کو انجیکشن دے کر مار دیا۔"

وہ ایسے کہہ رہی تھیں جیسے کسی کو مار نا دنیا کا سہل ترین کام ہو۔ "پھر میں نے خلیل کی خالہ کی طرف اپنی کام والی کے ذریعے اپنے رشتے کی بات چلائی۔ اور پھر میری اور خلیل کی شادی ہو گئی۔ میرا من چاہا مرد.. مجھے مل گیا تھا۔ میں اور کیا مانگ سکتی تھی؟" دونوں کے بیچ نظریں دوڑائیں۔

"تم جانتے ہو میں مزید کسی کو مارنا نہیں چاہتی تھی.. واقعی.. خدا کی قسم! لیکن وہ سحر...اس نے سب کچھ خراب کر دیا۔ شادی کے بعد کتنے ہی سالوں تک میں رحمان اور سحر سے ملتی رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ عالیہ کی پیدائش کے وقت جو ڈاکٹر موجود تھی وہ سحر ہی تھی۔ میں سالہ سال اداکاری کرتی رہی۔ تم جانتے ہو پکڑے جانے کا خوف کیسا ہوتا ہے؟"

"میری اور اس کی ہر ملاقات پر مجھے خوف آتا تھا۔ دل میں درد ہوتا تھا کہ اُسے کہیں کچھ یاد نہ آجائے اور پھر میرا خوف، ڈر حقیقت میں بدل گیا۔ اُسے یاد آگیا۔ وہ میرے گھر آئی اور مجھے دھمکانے لگی.. کہ میری حقیقت سب کو بتا دے گی۔ خلیل کو بھی۔ مجھے سب سے نہیں پر خلیل سے فرق پڑتا تھا۔ میں بوکھلا گئی۔ میں نے اُسے مشورہ دیا کہ اپنی فیملی کو لے کر نکل جائے.. دور ہو جائے۔ لیکن الٹا اس نے مجھے تھپڑ مار دیا۔ مجھے اُس وقت ماہِ نور کو مارے جانے والا اپنا تھپڑ یاد آیا اور میں غصے سے پاگل ہو گئی۔ اِشفا یہ سب دیکھ رہی تھی، وہ اُس وقت کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ مجھے بے عزتی محسوس ہوئی۔ میں نے اسی روز کی رات ٹھان لی تھی کہ اس کو نہیں چھوڑوں گی۔"

"کچھ روز بعد ہی رحمان کا رویہ مجھ سے بدل گیا اور مجھے خبر ہو گئی کہ اُسے سب پتا چل گیا تھا۔ اور پھر سات جولائی کی تاریخ آئی اور میں نے نفیسہ کو اپنے ساتھ اپنے پلان میں شامل کیا۔ خلیل اس روز آفس سے رات کو آنے والے تھے۔ میں نے موقعے کا فائدہ اٹھاتے ان کے گھر میں نفیسہ کے ساتھ مل کر مٹی کا تیل چھڑکا اور آگ لگادی۔ لیکن تم۔۔" سُرمئی آنکھوں کو دیکھا۔"۔۔ تم نے ان دونوں لڑکیوں کو بچالیا۔ اگلے روز وہاں کے گارڈ نے ہمارے نوکر کو روک کر کہا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ ملاقات پر پتا چلا کہ اس نے نفیسہ کو رحمان کے گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔ میں جانتی تھی مجھے کیا کرنا ہے۔ میں تمہیں، عالیہ اور وہاج کو لے کر پھپھو کے گھر آ گئی۔ اور احسان کو دھمکایا تا کہ وہ اپنا منہ بند رکھے۔"

Clubb of Quality Content

"سب ٹھیک جارہا تھا.. لیکن اِشفا.. اس نے تھانے میں میرے خلاف ایف آئی آر کٹوادی۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے المیر کے سامنے عالیہ کے سر کی جھوٹی قسم کھائی۔ اور اِسے یقین دلایا کہ میرا اس میں ہاتھ نہیں ہے۔ اس لئے جب یہ تھانے گیا، اس نے میرے حق میں گواہی دے دی۔" مسکرائیں اور اکھیاں المیر پر ٹکالیں۔

"ایف آئی آر ختم کرنے کے لئے میں نے رمیض کی مدد لی۔اُسے میں نے پہلے ہی فون کر کے اطلاع کر دی تھی۔وہ آیا اور بس میرا کام چٹکی بجاتے ہو گیا۔اِس کام کے میں نے اُسے دو لاکھ دیئے تھے۔پھر اِشفا کی آواز دبانے کے لئے میں نے اپنے آدمیوں کو اُس کے پیچھے لگا دیا۔وہ اُسے ڈراتے تھے۔اس کے سکول کی پرنسپل مجھ سے پیسے لے کر اُسے تنگ کرتی تھی۔اُسے تکلیف پہنچاتی تھی۔"

"بالآخر اِشفا چُپ ہو گئی تھی۔لیکن پھر ایک روز مجھے خبر ملی کہ وہ کسی ماہرِ نفسیات کے پاس جا رہی تھی۔مجھے شک تھا کہ وہ اُسے سب بتا دے گی۔میں نے پتا کروایا کہ وہ علاج کس ڈاکٹر سے کروا رہی تھی۔اور علم ہوا کہ شمسہ نور تھی وہ ڈاکٹر۔خلیل کی جان پہچان والی۔موقع ملتے میں نے اُسے بھی مار دیا۔لیکن اس نے جاتے جاتے ساری جانکاری عامر کو دے دی تھی۔عامر میرے خلاف ثبوت ڈھونڈ رہا تھا۔اور اس نے ڈھونڈ بھی لئے تھے..لیکن میں نے..اُسے بھی مروا دیا۔غنی کے ہاتھوں۔"پشت کرسی کے ساتھ لگائی۔

"سال بیت گئے۔۔لیکن میرے راستے کے کانٹے ابھی بھی حائل تھے۔میں انہیں زندہ کیسے چھوڑ دیتی؟اس لئے میں اپنے خاص آدمی سے ملنے فرزین کی دکان پر جاتی تھی۔ہم نے پورا

نقشہ کھینچا تھا کہ کیسے کس کو اور کب مارنا ہے۔رہی فرزین کی دکان منتخب کرنے کی بات.. تو فرزین میری دوست تھی۔اور ایک دو دفعہ میں نے اس سے کپڑے سلوائے بھی تھے۔مجھے یقین تھا کہ اگر اس کی دکان پر اپنے آدمی سے ملنے جاؤں گی تو کسی کو شک نہیں ہو گا۔لیکن وہ.. عالیہ۔اس نے سب کچھ برباد کر دیا۔"

"ناجانے کیسے اُسے خبر ہو گئی کہ میں کسی سے ملتی ہوں۔اُس نے مجھے دھمکایا.. کہ وہ تم سب کو سب کچھ بتادے گی۔اس پر بھی میں نے اِشفا والا حربہ آزمانے کی کوشش کی تھی۔لیکن وہ تو بڑی دلیر نکلی۔میرے آدمی کا اس کو دھمکانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔اور پھر میں نے ٹھان لی کہ جہاں اپنی اور خلیل کی ہنستی بستی زندگی بنانے کے لئے میں نے اتنے لوگوں کو راستے سے ہٹایا ہے،وہاں ایک اور سہی۔"

"اور پھر دسمبر کی ابتدا میں مجھے میرے آدمی نے بتایا کہ جمال احمد اچانک سے غائب ہو گیا۔ وہ میرے اور میرے آدمی کے بارے میں بہت کچھ تو نہیں پر اتنا ضرور جانتا تھا کہ میں دکان پر کپڑے سلوانے نہیں بلکہ اس سے ملنے آتی ہوں۔اکثر وہی ہمیں دکان پر لوگوں کی بھیڑ سے آگاہ کرتا تھا اور اس حساب سے ہم اپنی ملاقات کے اوقات مقرر کرتے تھے۔اُسے شک

تھا کہ ہم کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہیں۔ وہ مجھے بلیک میل کرنے لگ گیا تھا۔ بدلے میں میں نے اُسے پیسے دیئے تھے۔ لیکن اس کی مانگ بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے اُسے ایک روز دھمکی دی کہ اگر اس نے دوبارہ میری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی تو میں اُس کے بچوں کو نقصان پہنچاؤں گی۔"

"اور پھر جب جمال لاپتہ ہوا تو مجھے شک رہنے لگا کہ کہیں وہ چھپ کر پولیس کی مدد کرنے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہا۔ اس لئے میں نے اس کی بچیاں اٹھا لیں۔ ہاں وہ میں نے ہی کیا تھا۔" اپنی لٹ کو انگلی کے ارد گرد گول گول لپیٹا گیا۔ "لیکن وہاں بھی تم پہنچ گئے، راحم۔"

"ایک منٹ ایک منٹ.. اس کا مطلب ہے وہ ٹرک سے مجھ پر حملہ بھی آپ نے کروایا تھا؟"

وہ ہنسی تھیں۔ "ہوں.. قسمت تھی تمہاری۔۔ ورنہ وہ دن تمہارا آخری دن ہوتا اس دنیا میں۔"

"آپ جانتی ہیں مجھے کس نے بچایا تھا؟" سیاہ بال پیشانی پر پھیلے ہوئے تھے۔انہوں نے دونوں بھنویں تنگ کیں۔"کس نے؟"

"اِشفانے.."

ان کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ پل میں چھٹی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"خیر.. تمہاری بہن کی حالت دیکھ کر کوئی بھی کہہ سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی سنگین مسئلہ جاری ہے۔وہ کسی بھی وقت اپنا منہ کھول دیتی۔اس لئے میں تاک میں رہی کہ کب تم یا خلیل میں سے کوئی گھر سے کچھ عرصے کے لیے جاتا ہے۔اور تب ہی موقع آ کر میری جھولی میں گر گیا۔تم فرانس چلے گئے اور تب ہی میرے خاص آدمی نے عالیہ کی جان لے لی۔اس کو میں نے ہی دروازے کی چابی دی تھی۔وہ تب آیا جب ہم سب سو رہے تھے۔سی سی ٹی وی

کی تار تو بہت پہلے ہی میں نے کاٹ دی تھی۔ وہ پچھلی دیوار سے کود کر آیا تھا اس لئے چوکی داروں کو دکھ نہیں پایا۔ اس نے موقعے کا فائدہ اٹھایا اور اپنا کام کر دیا۔"

"اب باقی تھے نفیسہ، غنی اور احسان۔ مجھے ڈر تھا کہ یہ تینوں بھی اپنی زبان نہ کھول دیں۔ اس لئے میں نے انہیں بھی راستے سے ہٹا دیا۔ پر وہ ایجنٹ.. اس نے میرے خلاف ثبوت چھوڑنے شروع کر دیے۔ میں ڈر گئی تھی پھر سے۔ تم جانتے ہو، راحم، ڈر انسان سے کچھ بھی کروا دیتا ہے۔ وہ بھی جسے کرتے ہوئے وہ ڈر رہا ہو۔" راحم چہرہ جھکائے بس ان کے الفاظ سن رہا تھا۔ اس کی آنکھ سے آنسو مسلسل بہ رہے تھے۔

Clubb of Quality Content

"یہ ہے میرا اعترافِ جرم۔ مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آگے میرے ساتھ کیا ہو گا۔ کیونکہ جتنی زندگی میں نے خوشی سے گزارنی تھی، گزار لی۔ پر یاد رکھنا۔ تم دونوں خوش نہیں رہ پاؤ گے۔"

"ہماری خوشیاں تو ویسے بھی آپ کھا گئیں، آئمہ ریحام۔ لیکن ایک دفعہ وہاج کا ہی سوچ لیتیں.. آپ نے کبھی دو منٹ بیٹھ کر سوچا کہ وہ آپ کے بغیر کیسے رہے گا؟ ایک ماں کے بغیر

رہنا کتنا مشکل ہوتا ہے.. کیا یہ بات آپ جانتی ہیں؟"المیر آج واقعی بے بس تھا۔اُسے ٹھہر ٹھہر کر وہاج کا خیال آنے لگتا تھا۔

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں، مجھے جانے دو۔" سانولی رنگت کھلکھلا رہی تھی۔"آپ ایک ذہنی مریضہ ہیں، آپ کو ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"راحم کی اتنے وقت میں پہلی دفعہ زبان کھلی تھی۔وہ مزید ادھر بیٹھ کر ان کے الفاظ نہیں سن سکتا تھا۔

ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے وہ کمرے سے نکلنے لگا۔"اوہوں۔۔ کہیں غلطی سے مجھے پاگل قرار مت دے دینا۔یہ نہ ہو باہر نکل کر تمہاری دوسری بیوی کو بھی ماردوں، راحم۔"

اس نے ایک غصیلی نگاہ ان پر ڈالی تھی اور پھر بنا کچھ بولے وہاں سے نکل گیا۔

"آپ کے ساتھ اس سب میں کون دوسرا املوث ہے؟ کون ہے آپ کا خاص آدمی؟"

انھوں نے شانے اٹھائے۔"ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈ لو۔"

"آپ نفرت کیے جانے کے قابل ہیں۔مجھے کوئی افسوس نہیں کہ آپ کی والدہ نے آپ پر الزام لگایا۔آپ چاہتیں تو خود کے لئے آسانیاں بھی پیدا کر سکتی تھیں۔"

وہ ریکارڈر اٹھاتے ہوئے کرسی کو لات مار کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

باہر آکر اس نے راحم کو چپ کروایا تھا جو تھانے کے زینوں پر بیٹھا بے آواز رونے میں مشغول تھا۔جب وہ روتے روتے خاموش ہوا تو ایک بھاری سوال نے سر اٹھایا کہ ان کے ساتھ ہر جرم میں شریک ساتھی کو کیسے تلاشا جائے؟

پھر ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے موبائل کا سارا ڈیٹا نکالیں گے۔اور کمرے کی اچھے سے چھان بین بھی کریں گے۔

دو مکمل دن گزر گئے تو المیر نے خلیل محمد اور آئمہ ریحام کے کمرے کی اچھے سے تحقیق کی تھی۔ لیکن پھر اُسے چھان بین کرتے ہوئے ہی خیال آیا تھا کہ آئمہ ریحام کا عالیہ کے کمرے میں بہت آنا جانا تھا۔

اسی سوچ کو ذہن میں رکھتے وہ عالیہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔اس نے عالیہ کے کمرے کی اچھے سے تلاشی لی تھی اور تب جا کر اُس کے ہاتھ ایک بٹنوں والا فون لگا تھا۔ جس پر پاسورڈ لگا ہوا تھا۔

آئی ٹی ایکسپرٹ سے پاسورڈ تڑوانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ فون اندر سے ایک دم خالی تھی۔

****

یہ ہفتے بعد کا منظر تھا۔اگست کے بیس روز گزر چکے تھے۔موسم اب قدرے بہتر معلوم ہوتا تھا۔ہلکے نیلے رنگ کا آسمان جس پر سفید رنگ کے بدل چمک رہے تھے، آج بہت خوبصورت دکھ رہا تھا۔

شاید ہمیشہ سے ہی لاجواب تھا پر اِشفا امین کو آج آسمان ہی کی طرح باقی تمام تر چیزیں خوبصورتی میں اپنی مثال آپ لگ رہی تھیں۔اس نے گوشتی رنگ کی گھٹنوں تک آتی فراک پہن رکھی تھی۔بال پونی میں مقید تھے اور اسی رنگ کا دوپٹہ سر پر ٹکا ہوا تھا۔

ڈھیلی ڈھالی سی مسکان کے ساتھ اس نے تھانے کے اندر قدم رکھا۔آج آئمہ خلیل کا یہاں کی سلاخوں کے پیچھے آخری روز تھا۔کل سے وہ بڑی جیل میں منتقل کی جارہی تھیں۔اس لئے المیر نے اِشفا کی خواہش کا احترام کرتے اُس سے کیا اپنا وعدہ پورا کیا تھا اور اُسے آئمہ ریحام سے ملنے کی اجازت فراہم کی تھی۔

جیسے ہی اُس نے دہلیز پار کی، اُس کی سرخ رنگ کی اونچی ہیلز سے نکلنے والی ٹک ٹک کی گونج آواز نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

"بھابی جی..."

"سلام بھابی..."

"میڈم صاحبہ..."

"میڈم جی..."

"باس کی بیگم صاحبہ..."

اور پتا نہیں کیا کیا کہہ کر سب نے اُسے ایک ایک مرتبہ مخاطب کیا تھا۔اُس نے سب کے سلام کا جواب ایک ہی بار میں دیتے اُس میز کا رخ کیا جس کے پیچھے وہ سُرمئی آنکھوں والا پیارا سا شخص بیٹھا تھا۔

اُس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اِشفا کے یہاں آنے پر ہر گز بھی راضی نہیں تھا۔پر اِشفا کے لیے وہ اپنی مرضی کے خلاف تو جا ہی سکتا تھا۔اور ویسے بھی اِشفا آئمہ ریحام کا انٹرویو لینے کی غرض سے آج خضر اور مومن کو اپنے ہمراہ لائی تھی۔

"السلام علیکم..آفیسر۔"وہ مسکراتی ہوئی اُس تک بڑھی۔جو کہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔اس وقت اس کے سامنے دو لوگ بیٹھے تھے۔جو کہ کسی کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے آئے تھے۔ المیر کے سامنے والی دونوں کرسیاں بھری ہوئی تھیں۔اس لئے وہ اس کی کرسی کے پاس جا کر چپ چاپ کھڑی ہو گئی کہ بعد میں بات کر لے گی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ ان کی بات سنتے سنتے دھیرے سے اٹھا۔اس کے ہاتھ میں ایک پین اٹھا رکھا تھا جس کی مدد سے وہ ایف آئی آر درج کر رہا تھا۔پین اور کاغذ کو لے کر وہ کرسی سے ہٹا۔پھر دونوں ہاتھ میز پر رکھتے وہ غور سے ان کی بات سننے لگا۔

پھر جب بات مکمل ہو گئی تو مسکراتے ہوئے چہرہ موڑا۔"وعلیکم السلام،بیگم صاحبہ۔"کرسی کی طرف اشارہ کیا۔اِشفا کی آنکھیں چمکیں۔وہ اپنی کرسی اُس کے لئے چھوڑ گیا تھا۔

سب اہلکار حیرت سے اپنے باس المیر خلیل کو دیکھ رہے تھے جو کبھی کسی کے لئے کرسی نہیں چھوڑتا تھا۔ جس کی کرسی پر زیادہ سے زیادہ صرف راحم بیٹھتا تھا۔ وہ بھی زبردستی۔

منظر کو دیکھتے قوی کے منہ میں جاتی چائے فوراً منہ سے باہر آگئی۔ کھانستے ہوئے اس نے اپنے ساتھ کھڑے محمت کو دیکھا۔ "عشق ہو گیا ہے ہمارے سر کو۔" محمت مزے سے بولا تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سر کبھی کسی کے لئے اپنی کرسی چھوڑیں گے۔" وہ حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات لئے سامنے کی اور دیکھنے لگا۔ "وہ کسی نہیں ہیں.. سر کی بیگم ہیں۔"

"محبت کیا سچ میں انسان کو بدل دیتی ہے، محمت؟" اس نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔ محمت چند لمحے انہیں دیکھتا رہا پھر چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا۔ "نہیں... محبت میں احترام انسان کو بدل دیتا ہے۔ جب آپ کو کسی سے عشق ہوتا ہے تو آپ اُس کا احترام کرتے ہو۔ اور وہ احترام انسان میں تبدیلی لے آتا ہے۔"

"یعنی سر کو عشق ہوا ہے؟"

"سر کو عشق، محبت، پیار... سب کچھ ہو گیا ہے۔ عاشق کے لئے یہ تینوں لفظ ایک سے ہوتے ہیں، قوی۔ محبوب کے لیے وہ کبھی عشق کا آئن تو کبھی محبت کا میم اور کبھی پیار کا پے بن جاتا ہے۔"

وہ اس کی بات پر غور کرتے کہیں کھو سا گیا تھا۔ پھر چہرے کے زاویے بگاڑتے اس نے شانے اچکائے۔ وہ بھی کن چکروں میں پڑ گیا تھا۔

وہ دونوں نووارد شخص اپنا کام کروا کر جا چکے تھے۔ المیر اپنی بیوی کی طرف پلٹا۔ "کچھ ٹھنڈا پیو گی یا گرم؟" میز پر آرام سے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

المیر نے بھنویں تنگ کیں۔"کیا مطلب؟"اِشفا ذرا سی آگے ہوئی۔"مجھے تو لگا تھا آپ میرے یہاں آنے پر ناخوش ہوں گے۔"

"میں تمہارے اُس جگہ جانے پر ناخوش کیوں ہوں گا جہاں میں موجود ہوں؟"

وہ اُسے کن اکھیوں سے تکنے لگی۔اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ المیر آج کافی خوش لگ رہا تھا۔چہرہ بھی گزشتہ مہینوں کے مقابلے کافی بہتر اور کھلا کھلا نظر آتا تھا۔

"سر.. میم...آجائیں۔"سلیم اسی وقت تفتیشی کمرے سے نکلا تھا۔اس نے پہلے المیر اور پھر اِشفا کو اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔"

وہ اس کی بات کاٹ گئی۔"میں آئمہ ریحام سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

سب کو ایک مرتبہ پھر سے زوردار دھچکا لگا تھا۔ المیر خلیل کی بات کاٹنے کی ہمت آج تک کسی نے نہیں کی تھی۔ اور یہ لڑکی کتنے آرام سے اس کی سب سے ناپسندیدہ حرکت کر گئی تھی۔ اُسے ڈانٹنے کی بجائے وہ الٹا اس کی بات پر مسکرا رہا تھا۔

سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ کہا گیا۔ آہستہ آہستہ سب کی ایک ایک کر کے بتیسیاں باہر آ گئیں۔

"ٹھیک ہے... جیسے تمہاری مرضی۔" وہ میز سے نیچے اترا۔ چند قدم آگے لیتے ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ہاتھ سے اشارہ کیا تو اِشفا کرسی کو پیچھے کرتی اٹھی اور اُس سے آگے آگے چلتے تفتیشی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ توَقع کے برعکس اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔

سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کی ایک ایک حرکت کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔

کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اس نے ایک نہایت ہی گہرا اور لمبا سانس اپنے اندر کھینچا۔ پھر ذرا سی پلٹی۔ کچھ ہی فاصلے پر مومن اور خضر موجود تھے۔ "دس منٹ بعد اندر آنا۔" کہتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر آگے بڑھ گئی۔

سانولی رنگت والی خاتون کرسی سے پشت ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھی تھیں۔ ان کے تین رنگوں والے بال جگہ جگہ سے نکلتے اس کے چہرے پر لہرا رہے تھے۔

دروازے کی آواز پر آنکھیں پل بھر کے لیے ہلیں پھر ٹھہر گئیں۔ چہرہ تھکن کی عکاسی کر رہا تھا۔ وہ کرسی کو کھینچتے اس پر آرام سے بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر کسی بھی قسم کا کوئی تاثر نہ تھا۔ آنکھیں کسی بھی عکس سے عاری تھیں۔

"آئمہ ریحام..."

آواز... یہ آواز۔ انھوں نے آنکھیں کھولیں۔ صرف آواز کے باعث۔ ورنہ کتنے ہی اہلکار آ جا چکے تھے اور وہ آنکھیں بند کرتے بیٹھی رہی تھیں۔

ان کی آنکھوں میں سب کچھ اس کے لیے ویسا ہی تھا۔ نفرت اسی جگہ تھی۔ ناک کے نتھنے ویسے ہی پھولے ہوئے تھے۔ لیکن وہ مسکرا نہیں رہی تھیں۔

ان کی وہ للکارتی مسکراہٹ کہیں بھی نہیں تھی۔ مرجھائی سی شکل پر آپس میں پیوست ہونٹ۔ اِشفا امین اپنے دونوں ہاتھ جوڑتی ذرا سی آگے ہوئی۔ ہاتھوں کو میز پر رکھا اور ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔

Clubb of Quality Content!

"کیوں آئی ہو یہاں؟" پھنکارتی آواز خشک حلق سے ابھری۔ جس میں کہیں کپکپاہٹ تو کہیں لمبے سانس موجود تھے۔

"ظاہر ہے آپ کی شکست کا تماشا دیکھنے۔" مختصر مگر مقابل کو اندر تک جلا دینے والی تبسمِ ملیح اس کے لبوں پر دوڑ رہی تھی۔

"تم ابھی مجھے جانتی نہیں ہو، اِشفا۔ سلاخوں کے پیچھے رہ کر بھی میں وہ کر سکتی ہوں جس کا خیال بھی تمہیں چھو کر نہیں گزر سکتا۔" اب کہ لہجہ سکون اور ٹھہراؤ سے لیز تھا۔ جیسے وہ اکثر لوگوں سے بات کیا کرتی تھیں۔

وہ طنزیہ سی ہنسی۔ "آپ جانتی ہیں آپ کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کیا ہے؟" سرگوشی نما آواز بناتے وہ مزید آگے کھسکی۔ انہوں نے ابرو اٹھائی۔ "مجھے زندہ چھوڑنا۔ مجھے سانس لیتا چھوڑ کر آپ نے بہت بڑی کوتاہی کی ہے، آئمہ ریحام۔ ابھی آپ مجھے اچھے سے نہیں جانتیں۔ کیونکہ اب آپ کے ساتھ وہ ہو گا جو برسوں پہلے میرے ساتھ ہوا تھا۔"

انھوں نے اپنے ہتھکڑی میں جکڑے ہاتھوں کو میز پر رکھا۔ "اچھا؟ تم کیا کرو گی ایسا؟"

"میں آپ کی زندگی خراب کر دوں گی۔ میں آپ کو زمانے میں ذلیل و خوار کر دوں گی۔ کہ اگر آپ کی سزا کم ہو گئی اور کبھی آپ رہا ہو گئیں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گی۔"

"مجھے نہیں لگتا تم یہ کر پاؤ گی۔ کیونکہ تم ایک نادان سی لڑکی ہو۔ بھولی بھالی سی۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔" وہ اُسے اکسا رہی تھیں۔ اور یہ بات وہ اچھے سے جانتی تھی۔

"چیلنج کر رہی ہیں؟ بھول گئیں میری ماں کے ہاتھ کا تھپڑ؟ میں اسی عورت کی بیٹی ہوں۔ زندہ تو چھوڑ دوں گی لیکن مردوں سے بدتر حالت کر دوں گی آپ کی۔" ایک ادا سے اپنی لِٹ کو پیچھے کرتے وہ قدرے پیچھے ہو کر اپنی پشت ٹکا گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بھول گئی پھر میں نے تمہاری ماں کے ساتھ کیا کیا تھا؟"

"نہیں آئمہ ریحام..." اس نے سر نفی میں ہلایا۔ "...مجھے بھولنے کی بیماری نہیں ہے۔ لیکن لگتا ہے آپ کو ہے۔ اگر یاد نہیں ہے تو یاد کروا دیتی ہوں کہ میں آپ کے بڑے بیٹے کی محبت ہوں۔ وہ میرے لئے آپ کی جان لے
لے گا۔"

"لے لے.. لیکن اپنی جان گنوانے سے پہلے میں تمہیں برباد کردوں گی،اِشفا۔تم واپس یہاں آؤ گی.. میرے پاس۔"انھوں نے شہادت کی انگلی اپنے سینے پر رکھی۔

اس نے سر اثبات میں ہلایا۔"یہ تو وقت ہی بتائے گا کون کس کو برباد کرتا ہے۔"

مومن اور خضر دونوں ایک ایک کر کے اندر آئے تھے۔خضر کرسی کھینچ کر اِشفا کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔اور مومن کیمرا سیٹ کر کے اُس کے پیچھے کھڑا تھا۔

آئمہ خلیل کی نظریں ان ہلکی بھوری آنکھوں پر تھیں جو جھک کر پہلو میں گرے ہاتھوں کو تک رہی تھیں۔

"مختصر سے پانچ سوالات ہیں۔تمیز کے دائرے میں رہ کر جواب دیں گی تو انٹرویو جلد ختم ہو جائے گا۔"

انہوں نے گردن ترچھی کی پھر ایک گہری نگاہ تینوں پر ڈالی۔"پوچھو کیا پوچھنا ہے۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ سات جولائی دو ہزار سات کی شام آپ نے رحمان امین کے گھر پر آگ لگائی تھی؟"

ایک ابرو اُچکاتے گردن دوسری طرف کرلی۔"اُم.. سوچ کر بتاتی ہوں۔"خضر نے مومن کی طرف دیکھا اور مومن نے اُسے۔"میں نے تو سنا تھا رحمان کی بیٹی نے گھر پر آگ۔"

Clubb of Quality Content!

"میرے سوال کا جواب دیں۔ کیا آپ نے رحمان امین کے گھر پر آگ لگائی تھی؟"اس نے آپ پر زور ڈالا۔

"وہی تو بتا رہی ہوں.. تم سن نہیں رہیں۔"اِشفا نے ایک گہرا سانس اپنے اندر کھینچا۔"کیمرا بند کرو مومن۔"

مومن نے گھبراتے ہوئے خضر اور اِشفا کے بیچ دیکھا۔ پھر کیمرا بند کر دیا۔ "تم میرا انٹرویو زور زبردستی نہیں لے سکتیں۔ میرا جو جی چاہے گا میں وہ کہوں گی۔ بلکہ مجھے تمہیں انٹرویو دینا ہی نہیں ہے۔"

"میں زور زبردستی کی قائل ہوں بھی نہیں۔ یہ میرا مشغلہ نہیں ہے۔" پھر خضر کی طرف مڑی جس پر آئمہ ریحام کی مسلسل نظر کو محسوس کرتے اُسے پچھلے چند منٹ سے شدید غصہ آرہا تھا۔ "اٹھو خضر۔"

وہ چپ چاپ سا اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ پھر اِشفا نکلنے کے لئے بڑھی اور اُس کے پیچھے ہی مومن لپکا۔ "المیر پر نظر رکھنا، اِشفا۔ نا جانے کب کہاں کیا ہو جائے...!"

Clubb of Quality Content

وہ پلٹی۔" باجی چھوڑ دیں۔" مومن کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔وہ اس کی بات کو اَن سنا کرتے آئمہ کی طرف دوبارہ گئی۔ لیکن اس دفعہ اس کے مقابل کھڑے ہونے کے بجائے ان کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

پیشانی پر ہاتھ پھیرتے اس نے ایک ہی جست میں آئمہ ریحام کو گردن کی پشت سے دبوچا۔ "میرے شوہر کو کسی نقصان نے چھوا بھی تو میں تمہاری جان لے لوں گی۔ تمہیں ابھی اندازہ نہیں ہے، میں کیا کیا کر سکتی ہوں۔"

پھر جھٹکا دیتے اُسے چھوڑا تو وہ کراہتے ہوئے ہنسنے لگیں۔اور پھر ہنستی ہی چلی گئیں۔اِشفا سر کو جھٹکتے وہاں سے باہر آئی۔غصے میں۔

"ہو گیا انٹرویو؟"المیر نے میز پر رکھے چند ایک دستاویزات پر سے نظریں ہٹائیں۔"جی۔" سر ہلاتے تھانے کی دہلیز پار کر گئی۔سب نے ایک دوسرے کو تسفتیشی نظروں سے دیکھا۔ المیر اس کے موڈ کو پرکھتا اس کے پیچھے ہی گیا تھا۔

"کچھ کہا ہے کیا انہوں نے؟" آواز عقب سے آئی تھی۔ وہ بنا پلٹے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

"آپ کے حوالے سے کچھ خاص اچھی بات نہیں کی انھوں نے۔ آپ کی سوتیلی ماں نہ ہوتیں تو میں زبان کاٹ دیتی ان کی۔"

"تم میرے لیے پریشان بھی ہوتی ہو؟" اس نے پیشانی سے سیاہ بالوں کو پیچھے کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن پھر کچھ سوچ کر بال ویسے ہی رہنے دیئے۔ پھر اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا۔

"آپ کے لیے ہی تو پریشان ہوتی ہوں۔ رات کے دو دو بجے تک گھر سے باہر اپنی کھٹارا بائیک لئے گھومتے رہتے ہیں۔" المیر کا تو منہ ہی کھل گیا۔ اس نے اداکاری کرتے ہوئے دل کے مقام پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں کیسے پتا میں دو دو بجے تک گھر نہیں آتا؟" مسکرایا.. دھیرے سے۔

"کوئی بھی پولیس آفیسر گھر جلدی نہیں جاتا۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں۔" گاڑی کافی دور کھڑی تھی اس لئے ان دونوں کی گفتگو طویل ہو چکی تھی۔ "اچھا سنیں۔"

"جی حکم کریں۔"

اِشفا نے آنکھیں گھمائیں۔ "میرے ساتھ اپنی لوکیشن شیئر کر دیں۔ کہ اگر کبھی آپ میری کال نہیں اٹھاتے تو مجھے اطمینان رہے۔"

"میں پتا ہے کیا سوچ رہا تھا؟ سامان باندھ کر تمہارے ساتھ ہی رہنے آجاتا ہوں۔ پھر آرام سے نظر رکھتیں رہنا مجھ پر۔" شرارتی مسکراہٹ لئے اُسے دیکھنے لگا۔

"اتنے بھی پیارے نہیں ہیں اب آپ کہ نظر رکھتی پھروں۔" ایک ادا سے کہا گیا۔

"تب ہی مجھے چھپ چھپ کر دیکھتی ہو؟" کہہ کر ایک آنکھ دبائی۔ "میں کیوں دیکھوں گی چھپ چھپ کر؟ بیوی ہوں آپ کی.. دیکھنے کا دل چاہے گا تو سامنے بٹھا کر سکون سے ملاحظہ فرماؤں گی۔"

"پہلے تو کوئی خود کو میری بیوی مانتا ہی نہیں تھا..." وہ گاڑی سے اب چند قدم کی دوری پر تھے۔
"..تو آپ کون سا مجھے اپنی بیوی مانتے تھے؟"

"میں نے کب انکار کیا تمہیں اپنا ماننے سے؟"

"آپ نے اقرار بھی تو نہیں کیا۔" وہ گاڑی کا دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھا چکی تھی۔
"تمہارے علاوہ اتنے سالوں میں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔ کیا اتنا اقرار کافی نہیں ہے؟"

"نہیں.. میری ناولز کے ہیرو تو کیا کچھ نہیں کرتے اپنی بیویوں کے لئے۔" دروازہ کھول کر وہ پیچھے مڑی۔ "مثلاً؟"

"مثلاً جنگ چھیڑ دیتے ہیں۔" حالانکہ اُسے ٹھیک سے یاد نہیں آ رہا تھا۔ کہ آج تک اُس نے جتنی بھی ناولز پڑھی تھیں ان کے ہیرو کیا کیا کرتے رہے ہیں۔۔ لیکن جو منہ میں آیا وہی اس نے بول دیا۔

وہ اس کی بات پر نظریں جھکا گیا۔ وہ اس کے لئے خود کے ساتھ ساتھ سب سے لڑتا آ رہا تھا۔ لیکن یہ بات اُسے کیسے سمجھاتا؟

وہ جواب نہ پا کر مسکرائی پھر گاڑی میں بیٹھنے ہی والی تھی جب اُسے فٹ پاتھ پر ذرا آگے کر کے خضر بیٹھا نظر آیا۔ اور مومن اس کے ساتھ بیٹھا اس کی کمر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

وہ الجھتی ہوئی گاڑی سے دور ہٹی اور ان دونوں کی اور بڑھ گئی۔ المیر بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ "کیا ہوا، خضر؟ مومن؟" اس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

"باس، یہ چلتے چلتے اچانک گر گیا اور اس کا ہاتھ چھل گیا ہے۔ اس لئے خون دیکھ کر شاید ڈر رہا ہے۔" وہ اس کی کمر سہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا جو کہ مسلسل کپکپاہٹ کا شکار نظر آتا تھا۔

اِشفا کو ایک اٹھارہ برس کے لڑکے کا یوں خوف زدہ ہونا عجیب لگا۔ وہ گھٹنوں کے بل کے سامنے بیٹھی۔ "زور سے لگی ہے؟" خضر نے موٹے موٹے آنسو لئے اپنی آنکھیں اٹھائیں پھر سرہاں میں ہلا دیا۔

"درد بھی ہو رہا ہو گا، ہے ناں؟" اس نے پھر سے سر ہلایا۔ اِشفا نے مومن کو اشارہ کیا تو وہ کہیں چلا گیا۔ "خون دیکھ کر ڈر بھی گئے ہو۔" اس نے پھر بچوں کی طرح سر ہلا دیا۔

"پہلے کبھی چوٹ لگی ہے؟" مومن نے اس کے ہاتھ میں دوا اور روئی پکڑائی تھی۔ وہ اب اس کا ہاتھ تھامتے اس پر آرام سے پھونک مارتے دوا لگا رہی تھی۔ اس نے سرہاں میں ہلایا۔

"کب؟"

"بہ۔ بہت دفعہ۔" المیر بھی اب خضر کے پاس بیٹھ کر اس کے کندھے پر اپنا بازو رکھ چکا تھا۔

"کسی نے مرہم پٹی کی تھی؟"اس نے سر نفی میں ہلایا۔"جب چوٹ لگی تھی تب سب سے پہلے کس کا خیال ذہن میں آیا تھا؟"

وہ سوال پر اُسے دیکھے گیا۔ دیکھے گیا۔ پھر بولا۔"اپنی بہن کا۔"اِشفا کو اس کا یوں خود کو دیکھنا قدرے عجیب لگا تھا۔ لیکن شاید اُسے اِشفا کو تک کر اپنی بہن کی یاد آرہی تھی۔

"تو بہن نے مرہم کیوں نہیں لگایا؟"وہ اب روئی کی مدد سے اس کی دونوں ہتھیلیوں سے خون ہٹا رہی تھی۔"نہ۔نہیں تھی میرے پاس۔"آنکھ سے ایک آنسو نکلا۔

Clubb of Quality Content

"کیوں؟ کہاں گئی تمہاری بہن؟"ہتھیلی پر سے نظریں ہٹاتے وہ اب اس کے چہرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔"پتا..پتا نہیں۔"

"آخری دفعہ اُسے کب دیکھا تھا؟"نا جانے تجسّس اُس کی عام سی بات چیت کو انٹرویو کیوں بنا دیتا تھا۔"پتا نہیں۔"

"اس کا چہرہ یاد ہے؟"اس نے دھیرے دھیرے سر اثبات میں ہلایا۔"اس کے چہرے کو یاد کرتے آنکھیں بند کرلو۔ تمہیں درد نہیں ہوگا اور نہ ہی خوف آئے گا۔"وہ مسکراتے ہوئے کہتی اس کی ہتھیلیوں پر پٹی باندھتے، ہاتھوں کو چھوڑ چکی تھی جب خضر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

اِشفا نے اُسے چونک کر دیکھا۔وہ اپنی آنکھیں بند کرچکا تھا۔ لیکن اس دوران اُس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑی رکھا تھا۔اشفا نے المیر اور المیر نے اِشفا کو دیکھا۔

لمحے بعدازاں اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ایک نظر اپنے ہاتھ پر ڈالی اور اس میں بند اِشفا کے ہاتھ پر بھی۔ہولے سے اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔"اب..اب نہیں لگ رہا ڈر۔"وہ معصومیت سے مسکراتے کہہ گیا تھا۔

اِشفا اِستادہ ہوئی پھر دوا مومن کو پکڑائی جو کہ اُس نے جیب میں ڈال لی تھی۔پھر مومن اُس تک بڑھا اور اُس سہارا دے کر اٹھایا۔" کہیں اور تو نہیں لگی؟"المیر نے اس کے بالوں ہاتھ مارا اور پھر سوال کیا۔"نہ-نہیں.."

پھر وہ تینوں گاڑی میں جا کر بیٹھے اور گاڑی اپنی جگہ کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

****

اسی دن کی شام ایسی خوشگوار ثابت ہوئی تھی کہ ہر طرف آئمہ خلیل کے کارناموں کی خبریں نشر ہو چکی تھیں۔ان کی ٹھیک ویسے ہی بے عزتی ہوئی تھی جیسے سالوں پہلے اِشفا کو ذلیل کیا گیا تھا۔

صبح سے سب اِشفا کو روک روک کر باعزت بری ہونے کی مبارک باد دے رہے تھے۔کوئی اس سے اپنے رویے کے معافی مانگ رہا تھا تو کوئی اس کا غم بانٹ رہا تھا۔لیکن جو سالوں پہلے ہوا تھا وہ اُسے بھول نہیں سکتی تھی۔

اس دوران اس کی آنکھوں میں آیا پانی کوئی نہیں دیکھ سکا تھا۔وہ تو ترس ہی گئی تھی اس دن کو دیکھنے کے لئے۔اُس کی امید ٹوٹ چکی تھی۔ہر راستہ بند تھا۔ہر منزل پر پتھروں سے رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔وہ تھک گئی تھی خود کے لئے لڑتے لڑتے۔اور آخر کار آج وہ ہو گیا تھا۔

وہ گھر آئی تھی تو گھر ایک دم خالی تھا۔ کوئی آواز کوئی صدا نہیں تھی۔ اندر آتے ہی اس نے دروازہ زور سے بند کیا۔ گہرے گہرے سانس لیتی وہ رونے لگی تھی۔ کتنا مشکل تھا سب کے سامنے خود کو مضبوط رکھنا۔ کتنی کٹھن ہوتی ہے مضبوط لوگوں کی زندگی۔

وہ دروازے کے ساتھ لگ کر نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ آنسو ایسے بہ رہے تھے کہ آج نہیں تھمیں گے۔ بہت کچھ سہا تھا اس نے یہ پھل پانے کے لئے۔ خود کو ان محفلوں کا حصہ بنایا تھا جہاں اُسے کوئی پسند نہیں کرتا تھا۔ سکول کی ٹیچروں کی ماریں سہی تھیں۔ لوگوں کے طعنے اور مذاق برداشت کرتے کرتے ایک عمر کٹ گئی تھی اس کی۔

اس کا ایک صحافی بننے تک کا سفر بھی دشواریوں سے بھرپور تھا۔ بہت کچھ کھویا تھا اس نے محدود مرادیں بر لانے کے لئے۔

شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ چیخ چیخ کر سب کو بتائے کہ وہ سچی تھی۔ سب کے گھریبان پکڑے اور پوچھے کہ کس بات کی سزا دیتے آ رہے تھے اُسے؟

بہت ذلیل کیا تھا اُسے زمانے نے۔بہت تنگ نظر تھی دنیا کی۔بڑے دھوکے کھائے تھے اُس نے بڑی عزت کمانے کے لیے۔

دونوں ہاتھوں کو فرش پر رکھتے وہ وہیں لیٹ گئی۔تھک گئی تھی وہ۔تھکن تھی کافی دیرینہ۔ آج وہ سب کچھ بھول جانا چاہتی تھی۔اپنے آپ کو بھی۔

وہ روتی گئی۔۔روتی گئی۔۔گھنٹوں بیت گئے تھے۔

کہ اچانک اُسے دروازے پر دستک ہونے کی آواز آئی۔ناجانے کب سے کوئی دروازہ بجا رہا تھا۔اور بجانے کے طریقے سے اُس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ سیف ہوگا۔

آنسو کو صاف کرتے وہ اٹھی اور کچن میں جا کر پانی سے منہ دھویا۔پھر تولیے سے چہرے کو خشک کرتے دروازے کی اور بڑھ گئی۔

دروازہ کھولنے پر نیلی آنکھیں چمکیں۔"محترمہ...روتی رہی ہیں؟"وہ کہتا ہوا اس کے پاس سے گزرا اور صوفے پر جا بیٹھا۔"ہاں..."

"گھر والے نے رلایا ہے؟"اس کا اشارہ المیر کی طرف تھا۔اس نے سر نفی میں ہلایا۔"تو پھر؟"

"ہے کوئی..."وہ مخالف صوفے پر آرام سے بیٹھ گئی۔"تمہیں کوئی کام تھا، سیف؟"

"ہوں..وہ میں ایک دو مہینوں تک واپس چلا جاؤں گا۔"اس نے دونوں بازو صوفے پر سجا رکھے تھے۔"واپس؟"اس نے سر اثبات میں ہلایا۔"انگلینڈ۔میری سرزمین۔"

"کیوں؟اتنی اچانک کیوں؟"وہ سیدھی ہوئی تھی۔"اب میرا دل نہیں لگتا ادھر۔ماما کا کیس بھی حل ہو گیا..انصاف چاہیے تھا سو مل گیا۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے بیٹھی رہی۔ نیلی آنکھیں اُسے دیکھتی رہیں۔ "سیف.. میں نے کبھی کہا نہیں لیکن آئی ایم سو سوری میری وجہ سے شمسہ آنٹی کی ڈیتھ ہو گئی۔ اگر میں ان کے پاس نہ جاتی اور ان سے ساری بات شیئر نہ کرتی تو آج وہ تمہارے ساتھ ہوتیں۔ میں نے تمہارا نقصان کیا ہے.. اس کے لئے مجھے معاف کر دو۔"

سیف کی بھنویں تنگ ہوئیں۔ وہ اُسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے پہچاننے کی کوشش میں لگا ہو۔ "تم مجھ سے معافی کیوں مانگ رہی ہو؟ سب سے زیادہ نقصان تو تمہارا ہوا ہے۔ تم نے جو فیس کیا ہے اس کے مقابلے میں کسی کا نقصان چیونٹی برابر بھی نہیں ہے۔ اور تمہیں لگتا ہے میں تمہیں اپنی ماں کی موت کا ذمے دار ٹھہراتا ہوں؟"

"تو یعنی تم مجھے الزام نہیں دیتے؟ تمہیں میں بری نہیں لگتی؟"

وہ زور سے ہنسا تھا۔ "تم مجھے بری لگتی ہو۔۔۔ اس خوش فہمی میں نہ رہنا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ تمہارے علاوہ میرا کوئی دوسرا دوست نہیں ہے۔ مجھ سے دوست نہیں بنائے جاتے، تم جانتی ہو۔ لیکن تم سے دوستی مجھے بہت عزیز ہے۔ تم نے میری بہت مدد کی ہے۔ میرے

مشکل وقت میں میرے کام آئی ہو۔میں تمہیں ہرگز بھی برا نہیں سمجھتا..."مسکرایا..نہایت خوبصورتی تھی۔"...وہ الگ بات ہے کہ تم بندی بہت خطرناک ہو۔"

"خطرناک..ایسا کیا کر دیا میں نے؟"اس نے اُسے تجسّس سے دیکھا۔"اٹھائیس مرتبہ میری بائیک کی ہیڈ لائٹ اور چار مرتبہ ٹیل لائٹ تڑوا چکی ہو۔پانچ دفعہ اپنی گاڑی ٹھوکی ہے تم نے۔اور نا جانے کتنے کھلے عام سڑک پر جھگڑے کر چکی ہو۔"

"یہ سب میں نے جان کر تھوڑی کیا تھا۔ویسے کتنے میسنے ہو تم۔سارا حساب کتاب موجود ہے تمہارے پاس۔"آنکھیں سکور کر اُسے دیکھا۔

"محترمہ آپ نے جب جب کوئی کارنامہ دیا ہے تب تب مجھے میسج کر کے بتایا ہے۔آج بھی آپ کے سارے پیغام موجود ہیں میرے پاس۔اگر گنتی کرنے بیٹھوں تو مجھے یقین ہے کہ اعداد پچاس تک تو جائیں گے ہی کم از کم۔"

"دیکھو میں نے جتنی دفعہ تمہاری بائیک ماری ہے اتنی دفعہ ٹھیک بھی تو کروائی ہے۔ گھنٹوں گھنٹوں مکینک کی دکان پر وہ بھی گرمی میں بیٹھنا آسان تھوڑی ہے۔!"

اس نے سر اثبات میں ہلایا۔"ہاں ہاں اور جو مکینک کا بل ہوتا تھا وہ واپس آ کر میرے ماتھے مار دیا جاتا تھا۔ بھول گئیں؟"

"تم اب پیسوں کے پیچھے مجھ سے جھگڑا کرو گے؟"اس نے ہونٹوں کو آپس میں پیوست کر لیا۔

"آج سے پہلے کبھی کیا ہے جواب کروں گا؟"اِشفا کھل کر مسکرائی۔ پھر اچانک مسکراہٹ چھٹ گئی تھی۔"تم مت جاؤ انگلینڈ۔ یہیں رک جاؤ۔ مہوین کو تمہاری ضرورت پڑے گی۔"

وہ اس کی بات پر قدرے آگے ہوا۔"کیوں تم اللہ کو پیاری ہونے والی ہو؟"

اِشفا نے اُسے غصے سے گھورا۔"بد تمیز...میں تو اس لئے کہہ رہی تھی کہ اگر میں سسرال چلی گئی تو میری وینی کا خیال کون رکھے گا۔"

"تم اسے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔"مشورہ دیا گیا۔"بہت اصول پسند ہے وہ۔ نہیں چلے گی میرے ساتھ۔"پھر ایک تفصیلی نگاہ سیفان پر ڈالی۔"تم شادی کیوں نہیں کر لیتے،سیف؟"

"کوئی پسند آئے گی تو کروں گا ناں۔"وہ سر کو صوفے کے ساتھ ٹکا چکا تھا۔"میں ڈھونڈوں تمہارے لئے کوئی لڑکی؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"نہیں..."یک لفظی جواب دیتے وہ چپ ہو گیا۔"اِشفا؟"

"ہاں کہو..."

"مجھ سے تین وعدے کرو گی؟"وہ اس کی بات پر الجھی پھر بولی۔"کیسے وعدے؟"

"یہی کہ میرے جانے کے بعد تم اپنے حق کے لئے لڑنا نہیں چھوڑو گی۔ مصیبت کا سامنا کرو گی چاہے کوئی تمہارے ساتھ کھڑا ہو نہ ہو۔اور تمہیں کبھی بھی کوئی بھی مسئلہ پیش آیا تو تم میرے پاس آؤ گی۔"

"تم میرے ملک میں نہیں ہو گے تو میں مدد کے لیے انگلینڈ آؤں گی پھر؟" سیف نے گردن ترچھی کی۔ "ہاں.. انگلینڈ میں ایسی بہت سی جگہیں ہیں جہاں تم جیسی جاسوسہ کو کام مل سکتا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے اُسے دیکھنے لگی۔ماحول میں گہرا سکوت چھا گیا۔وہ دونوں چپ چاپ بیٹھے رہے۔

"سیف؟"

"ہوں.."

"تھینک یو..."

"کس لئے؟"

"تم جانتے ہو کس لئے..."

"ہاں میں جانتا ہوں..."

پھر سے خاموشی چار سو پھیل گئی۔"کافی پیو گے یا زہر؟"

"دونوں لے آؤ۔کافی میں پی لوں گا.. زہر تم کھالینا۔"اس کی نظرِاشفا کی عقب پر کھڑی دیوار پر لگی اپنی بنائی گئی پینٹنگ پر تھی۔"ہاں ٹھیک ہے.. تم پر ویسے بھی زہر اثر نہیں کرے گا۔پہلے ہی اچھے بھلے زہریلے ہو تم۔"

وہ سر جھٹک کر ہنسا تھا۔"جی جیسا آپ کو ٹھیک لگے، محترمہ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

****

یہ چندروز بعد کا منظر تھا کہ مہوین ٹی وی چلاتے آرم سے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ستمبر کے مہینہ کا آغاز ہوچکا تھا۔ ٹی وی پر آئمہ ریحام کی خبریں ہر طرف جاری تھیں۔ان کی پہلی ہیر نگ پرسوں تھی۔ وہ ایک نہیں سات سات کیسز میں پھنس چکی تھی۔

اُسے یہ سن کر دھچکا لگا تھا کہ اس سب کے پیچھے آئمہ خلیل تھیں۔اس نے اِشفا سے شکوے بھی کیے تھے کہ کیوں کر اُسے بے خبر رکھا گیا۔اِشفا نے پھر تفصیلاً ایک ایک بات اُس کے سامنے کھول کر رکھ دی تھی۔ بتایا تھا کہ کیسے خلیل محمد ان کی مدد کرتے آرہے تھے۔

مہوین اِشفا کے لیے روئی بھی تھی۔اُسے اس نے خود ہی اپنی زندگی میں روبرو آنے والی پریشانیوں سے دور رکھا تھا۔اور پھر جب مُدّتوں بعد اُسے پتا چلا کہ اِشفا پر کیا کیا ستم ڈھائے گئے تو اُس سے رہا نہیں گیا اور وہ روتی چلی گئی۔

آج اُس نے کام سے چھٹی لی تھی۔ کیونکہ کل ہی اُسے ایک بڑی آفر کی گئی تھی۔ جسے نظر میں رکھتے ہوئے وہ اِشفا کے ساتھ تبادلہ خیال کرنا چاہتی تھی۔

وہ تولیے سے ہاتھوں کو خشک کرتے مہوین کے ساتھ آن بیٹھی۔ "ہاں اب بتاؤ کیا بتانا ہے۔" میز پر سے چپس کا پیکٹ اٹھایا۔

"دراصل آپی مجھے اور ہسپتال کے باقی چند ایک ڈاکٹرز کو کنٹریکٹ ملا ہے۔ جس کے مطابق ہمیں دو سے تین شہروں میں تین مہینوں کے لیے بھیجا جائے گا۔ تاکہ ہم لوگوں کا علاج کر سکیں۔ شہر بھی وہ جہاں ہم جیسے ڈاکٹرز کی اشد ضرورت ہے۔ جیسے کہ کشمیر، سوات اور ڈی جی خان۔" اِشفا نے ایک چپس نکال کر منہ میں ڈالا۔ پھر اسے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔
"دو دن تک ہمیں کشمیر لے جایا جائے گا اور اس کے بعد ڈی جی خان اور پھر سوات۔ اگر میں یہ کانٹریکٹ کر لیتی ہوں تو مجھے پروموشن مل جائے گی۔"

"اور کتنے ڈاکٹرز جا رہے ہیں ساتھ؟"

"نفسیات کے شعبے سے صرف میں اور دانش جائیں گے۔ جبکہ باقی کل ملا کر بیس ڈاکٹرز ہیں کم از کم۔" اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ "اور ڈاکٹر ثمر بھی جا رہے ہیں۔"

"وہ جو دل کے سب سے بڑے ڈاکٹر ہیں؟" اس نے سر ہلایا۔ "جی۔۔ اور ان کی سیکورٹی کے لئے پولیس فورس کو بھی بلایا گیا ہے۔"

"پولیس؟ المیر بھی جائیں گے؟"

"پتا نہیں آپی۔ آپ فون کر کے پتا کر لیں۔" اس نے میز پر سے اپنا فون اٹھایا۔ "میں پتا کرتی ہوں پھر اس ٹاپک پر بات کرتے ہیں۔"

اس نے نمبر ملایا۔ چند سیکنڈز کے لئے بیل جاتی رہی اور پھر مقابل نے کال اٹھالی۔ "السلام علیکم، آفیسر۔"

"آفیسر کا باس راحم رضا احمد بات کر رہا ہوں۔ کیسی ہو اِشفا؟"اِشفا کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"میں بہت اچھی ہوں، راحم بھائی۔آپ کیسے ہیں؟"

وہ جو اپنے پہلو میں گرے ہاتھوں پر غور کر رہی تھی، فوراً متوجہ ہوئی۔اس کے نام کی پکار پر ایسے ہی اکثر اس کی آنکھیں چمکنے لگتی تھیں۔

"اللہ کا شکر ہے۔دراصل تمہارا شوہر عرف میرا جگری یار کسی کیس کے سلسلے میں نکلا ہوا ہے اور اپنا فون یہیں تھانے میں بھول گیا ہے۔"

"اوہ اچھا۔اچھا راحم بھائی آپ کو پتا ہے کہ ڈاکٹر ثمر لودھی اور ان کے ہمراہ چند ایک ڈاکٹرز مختلف شہروں میں علاج کرنے کی غرض سے روانہ ہو رہے ہیں۔سننے میں آیا ہے کہ پولیس کو بھی ان کی سیکورٹی کے لئے ساتھ بھیجا جا رہا ہے.."دوسری طرف سے قدموں کی دھیمی سی آہٹ آئی۔پھر اس کی آواز ابھری۔"ہاں...میں اور چند اور اہلکار جا رہے ہیں۔"

"اچھا؟ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ کھلکھلائی تھی۔ چلو شکر تھا کہ کوئی تو جان پہچان والا مہوین کے ساتھ ہو گا۔ "تم کیوں خوش ہو رہی ہو؟ تم نے جاسوسی کے لئے ساتھ چلنے کا ارادہ تو نہیں کر لیا؟"

"نہیں راحم بھائی.. مہوین کو بھی جانے کا موقع دیا گیا ہے۔ میں پریشان ہو رہی تھی کہ اکیلے کیسے جائے گی۔ یہ تو اچھی بات ہے کہ اب وہ اکیلی نہیں ہو گی۔"

شاید المیر بھائی ساتھ جا رہے ہیں۔ اس نے سوچا۔ اور لمبا سانس خارج کیا۔ اکیلے جانے میں اُسے بھی بہت زیادہ تو نہیں پر ہلکی سی جھجھک محسوس ہو رہی تھی۔

"ہاں.. المیر کو آفر آئی تھی پر اس نے منع کر دیا۔ کہتا ہے میں اپنی بیوی کے بغیر نہیں رہ سکتا..." پھر قہقے کی آواز آئی۔ ".. تم نے تو اُسے تیر کی طرح سیدھا کر دیا ہے۔" پھر کرسی گھسیٹنے کی آواز آئی تھی۔ "تم تو جانتی ہو، اے ایس پی کہاں سیکورٹی والے معاملوں میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ تو میں نے ضد کی تھی کہ مجھے بھی جانا ہے تب ایس پی صاحب نے جانے

کی اجازت دی۔ ورنہ ان کو تو مجھ سے ایسی ٹکا کے محبت ہوئی ہے کہ مجھے کہیں آنے جانے ہی نہیں دیتے۔"

"سہی ہے ناں، بھائی۔ ماحول کی تبدیلی ہو گی تو آپ اچھا محسوس کریں گے۔ ہر وقت کے جرموں سے تھوڑی سی چھٹی تو ملنی چاہیے آپ کو۔" اس نے چپس منہ میں ڈالا۔

"ہاں ناں۔"

"بس آپ پلیز مہوین کا خیال رکھئے گا۔ میں ہمیشہ دور دراز علاقوں میں اس کے ساتھ جاتی رہی ہوں۔ لیکن کام کی وجہ سے اس دفعہ نہیں جا پا رہی۔ آپ ہر وقت اس کے ساتھ رہیے گا۔ تھوڑی سی غصے کی تیز ہے..." مہوین کی طرف دیکھا جس کے چہرے کا رنگ ابھی سے اڑا ہوا معلوم ہوتا تھا۔".. لیکن دل کی بری نہیں ہے۔"

"ہاں اتنا اندازہ تو مجھے ہو ہی گیا ہے۔" پھر اس نے حلق صاف کیا۔ "تم فکر نہ کرو۔ اس کی حفاظت میری ذمے داری ہے۔"

"تھینک یو، بھائی۔" وہ مہوین کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔ "اِشفا ایک بات پوچھنی تھی تم سے..."

"جی جی پوچھیں..." چپس ختم ہو گئے تھے اس لئے اس نے پیکٹ کو گول مول کر کے مہوین کی طرف پھینکا تھا جو چہرے کے زاویے بگاڑنے میں مصروف تھی۔

"اُس دن جب میں المیر کو تمہارے گھر چھوڑنے آیا تھا، تو مجھے ایسا لگا جیسے میں پہلے بھی تمہارے محلے آچکا ہوں۔" وہ سوالیہ نظروں سے اپنے ہاتھ کو گھورنے لگی۔ "ہمارے محلے؟ ہو سکتا ہے آپ آئے ہوں۔ المیر کے ساتھ۔"

اس بات پر مہوین نے چونک کر اِشفا کے ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھا تھا۔ دل پل بھر کے لیے دھڑکنا بھول گیا تھا۔ ایک بیٹ مس ہوئی تھی۔ اس نے تھوک نگلا۔

"نہیں.. میں المیر کے ساتھ یہاں کبھی نہیں آیا۔ بلکہ میں نے تمہارا گھر دیکھا ہی پہلی دفعہ ہے۔ لیکن.. لیکن مجھے لگتا ہے یہ اسی لڑکی کا محلہ ہے۔ شاید تب ہی مجھے گلیاں کافی حد تک شناسا محسوس ہوئی تھیں۔"

"کون سی لڑکی؟"

"اس کا نام.. نام نہیں پتا۔ پر سالوں پہلے میں نے اُسے گھر چھوڑا تھا۔ اس نے مجھے اپنا نام وی۔ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کر پاتا اِشفا کے ہاتھ سے فون چھین لیا گیا تھا۔ وہ پل بھر کے لیے بھوکلائی پھر کھینچنے والے کو دیکھا۔ "مہوین.. یہ کیا کیا تم نے؟"

وہ مرتی کیا نہ کرتی بہانے سوچنے لگی۔ اِشفا کو اگر راحم نام بتا دیتا تو اُسے پل بھی نہیں لگنا تھا ساری کہانی سمجھنے میں۔ "وہ وہ آپی... میرے سر میں.. بہت شدید درد ہو رہا ہے۔"

"ہیں؟ کیوں؟ ہسپتال کے کر جاؤں؟" وہ فوراً سے اٹھتی اس کے سر پر آن کھڑی ہوئی تھی۔

"نہیں.. نہیں.. مجھے بس.. میرا سر دبا دیں۔" یہی الفاظ اس کی زبان سے نکل پائے تھے۔

"اچھا میں دبا دیتی ہوں۔" صوفے کے پیچھے آکر کھڑی ہوتی وہ اس کے سر کو دبانے لگی تھی۔

"مہوین میرا فون اٹھا کے راحم بھائی کا نمبر پہلے اپنے فون میں سیو کرو اور پھر انہیں میسیج کرو کہ بیلنس ختم ہو گیا تھا، اس لئے کال کٹ گئی۔"

اس نے آنکھیں میچیں۔ کیا عذاب تھا قسم سے۔ اس کے فون کو اٹھاتے اس نے راحم کا نمبر اپنے فون میں سیو کیا۔ جس میں اُسے قریب قریب پانچ منٹ لگ گئے۔ اور اتنے میں اِشفا کے فون کی چارجنگ ختم ہو گئی۔

"آپی فون بند ہو گیا آپ کا۔" اس کی تو خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ چلو اب کم سے کم اُسے میسیج تو نہیں کرنا پڑے گا۔

"خیر ہے۔ تم اپنے نمبر سے انہیں میسیج کر کے بتا دو۔"

"جی آپی؟"اس کی آنکھیں باہر آنے کی حد تک پھیل گئی تھیں۔دل سینے سے باہر آجانے کے لئے بے تاب محسوس ہو رہا تھا۔"ہاں نا..بتا بھی دو کہ تم مہوین ہو۔"

"آپی یوں میسیج کرنا اچھا تھوڑی لگتا ہے۔وہ کیا سوچیں گے کہ میں نے خود ہی آپ کے فون سے ان کا نمبر نکال کرا نہیں میسیج کر دیا۔"سچی بات کہنے میں اُسے پل بھی نہ لگا تھا۔

"راحم بھائی ایسا بالکل بھی نہیں سوچیں گے۔جیسا میں کہہ رہی ہوں ویسا کرو..چلو شاباش۔"اس نے سر نفی میں ہلایا۔"آپی نہیں...میں میسج نہیں کروں گی۔"

"اوفو..لاؤ دو اپنا فون۔ابھی سارا معاملہ حل کرتی ہوں۔"ہاتھ بڑھایا تو اس نے جھجھکتے ہوئے اُسے فون تھمایا۔

راحم کا نمبر ملاتے اس نے فون کندھے اور کان کے درمیان رکھا اور خود اس کا سر دباتی گئی۔ایک دفعہ بیل گئی اور پھر اس نے فون اٹھالیا۔"اے ایس پی راحم رضا احمد اسپیکنگ۔"

"راحم بھائی.. میں بات کر رہی ہوں، اِشفا۔"مہوین کا دل کیا رونے لگ جائے۔"ہیں؟ تم نمبر بدل بدل کر کال کیوں کر رہی ہو؟ فراڈ کرنے کے لئے نئ سم تو نہیں نکلوالی؟"

"لو اگر فراڈ کرنا ہوتا تو آپ کو اپنا نام تھوڑی بتاتی...دراصل یہ نمبر مہوین کا ہے۔میرے فون کی بیٹری ختم ہو گئی تھی تو میں نے سوچا آپ کو بتادوں کہ بیلنس ختم ہونے کی وجہ سے کال کٹ گئی تھی۔آپ یہ نمبر سیو کرلیں۔آگے کام آئے گا۔مہوین کو کہا کہ آپ کو اپنے نمبر میسیج کر کے بتادے کہ بیلنس کا مسئلہ تھا تو..."مہوین جھٹکے سے آگے ہوئی۔پھر بہن کی طرف پلٹی۔دونوں ہاتھ جوڑے تو اِشفا کو ہنسی آئی۔"...وہ کہنے لگی کہ میں میسیج کروں گی تو آپ کیا سوچیں گے کہ اِشفا کے فون سے نمبر نکال لیا۔اب آپ ہی بتائیں.. آپ کچھ ایسا سوچ رہے ہیں؟"

"فون اسپیکر پر کرو.."اِشفا نے مسکراہٹ دبائی پھر ٹھیک ویسا ہی کیا۔

"میں ایسا کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔ آپ فکر نہ کریں۔" وہی آواز تھی جسے سن کر ڈاکٹر مہوین امین کام بھول جایا کرتی تھیں۔

مہوین نے آنکھیں میچتے خود پر لعنت بھیجی۔ کیا ضرورت تھی انکار کرنے کی... اگر چپ چاپ میسیج کر دیتی تو ابھی یہ سب نہ ہوتا۔

اِشفا نے ہاتھ سے اُسے جواب دینے کا اشارہ کیا۔ مہوین نے رونے والی شکل بنالی۔ "وہ.. وہ میں.." مر مر کر آواز حلق سے نکل پائی تھی۔ گلا بھی اچانک سے بیٹھا بیٹھا سا محسوس ہونے لگا تھا۔

Clubb of Quality Content!

راحم آگے سے کچھ نہ بولا تو اِشفا نے فون اسپیکر سے ہٹاتے کان سے لگا لیا۔ "سوری، بھائی.. ویسے تو یہ ایسا برتاؤ نہیں کرتی۔ کچھ دیر پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ سر میں درد ہے۔ شاید اس لئے..."

"نہیں..انہیں سر میں درد نہیں ہے۔دراصل میں ان کے لئے سر درد ہوں۔"اِشفا کو اس کا لہجہ فوراًبدلا بدلہ سا لگا تھا۔"نہیں نہیں..ایسی کوئی بات نہیں ہے۔آپ پلیز برا مت منایئے گا۔"

"میں نہیں برا مناتا..."پھر دھیرے سے اس کے ہنسنے کی آواز آئی۔"..اچھا اِشفا..ایک کام آگیا ہے۔پھر بات ہو گی۔"

یہ کہہ کر دونوں نے خداحافظ کا تبادلہ کیا تھا اور کال منقطع ہو گئی تھی۔اِشفا نے فون صوفے پر اچھلتے کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر اُسے گھورا۔"یہ کیا حرکتیں کر رہی ہو تم آج کل؟"

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا..."وہ کندھے اُچکاتے واپس صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

****

یہ دو دن بعد کا منظر تھا کہ ڈاکٹرز سے بھری وہ بس آکر کشمیر کے ایک خوبصورت علاقے میں رکی تھی۔ ہریالی سے بھرپور وہ خطہ واقعی دیکھے جانے کے قابل تھا۔ فضا ایسی کھلی کھلی اور ہوا ایسی نرم کہ انسان کا دل چاہے گھنٹوں کھلے آسمان تلے بیٹھا رہے۔

اگر بس کی ونڈ سکرین سے باہر نظریں دوڑائیں تو ہمیں ایک شاندار اور وسیع چار منزلہ عمارت دیکھنے کو ملے گی۔ جس کے باہر ایک درمیانے سائز کا بورڈ لگا ہوا دکھے گا جس پر یقینی طور پر ہوٹل کا نام معلق تھا۔

ہوٹل کی بیرونی جگہ خوبصورت تھی کہ لفظوں میں بیان کرنا کٹھن لگنے لگے۔ انیس ڈاکٹرز کی اس بس کا دروازہ کھل چکا تھا۔ ایک ڈاکٹر جس کا نام ثمر تھا اپنی گاڑی میں آیا تھا۔ جس کے ساتھ گاڑی میں پانچ سے چھ اہلکار موجود تھے۔ جن میں حقیقتاً ارحم رضا احمد بھی شامل تھا۔

سفر میں اس کی آنکھ بار بار لگتی تو سبز آنکھیں اندھیرے میں دکھنے لگتی تھیں۔ وہ گھبرا کر دو سے تین مرتبہ خود کو جگا چکی تھی۔ جب آخری دفعہ اس کی آنکھ لگی تو ایک بار پھر سے وہ خوبصورت آنکھیں اس کے ذہن کی اسکرین پر ابھری تھیں۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں

کھول ڈالیں اور ہوا کے لئے شیشہ کھول کر نظریں باہر کے منظر پر مرکوز کر لی تھیں۔ جیسے صرف اسی کو نہ سوچنا چاہتی ہو۔

لیکن اسی لمحے اس کی نظریں ساتھ گزرتی سیاہ گاڑی کی پیسنجر سیٹ پر بیٹھے راحم سے ملیں۔ وہ بے تاثر سا چہرہ لئے اُسے ایسے تک رہا تھا جیسے کسی کھوج میں ہو۔ وہ فوراً نظروں کو دوسری دشا میں پھیر گئی تھی۔

حالیہ منظر کی طرف بڑھیں تو ایک ایک کر کے سارے ڈاکٹر بس سے اتر رہے تھے۔ وہ بھی اپنا سوٹ کیس اٹھاتی، کندھے پر بیگ لگاتی بس سے اتری۔ ڈاکٹر دانش اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ دونوں یونیورسٹی کے زمانے سے ایک دوسرے کو اچھے سے جانتے تھے۔

ہوٹل پر نظریں ٹھہرائیں پھر ذرا سی نیچے سرکیں۔ یہاں تو دس سے بارہ زینے تھے۔ یعنی اب اُسے اپنے ساتھ ساتھ بیگ کو بھی گھسیٹ کر اوپر چڑھنا ہو گا۔

ایک لمبا سانس خارج کرتی وہ آگے بڑھی۔ باقی تمام افراد جن میں کچھ اس سے آگے زینوں پر سے اپنے اپنے بیگ کو اوپر لے جا رہے تھے اور کچھ اس کے پیچھے اُسی کی طرح زینوں کو دیکھتے بل کھا رہے تھے۔

اس نے چند قدم آگے بڑھائے اور زینوں کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ اب کہ اس نے سوٹ کیس کی طرف اُسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کسی کے ہاتھوں نے پہلے ہی اس کے بیگ کو اٹھا کر اوپر چڑھانا شروع کر دیا تھا۔

اس نے چونک کر ہاتھوں کے مالک کو دیکھا۔ اور دل ڈوب کر ابھرا کیونکہ یہ ہاتھ اسی کے ساتھ جس سے وہ بھاگتی پھر رہی تھی۔ اس نے آس پاس سب کو خود ہی اپنے بیگ لے جاتے پر کھا تو شرمندہ ہوئی۔

کندھے سے لٹکتے بیگ کی ڈری کو تھامتی وہ اس کے پیچھے پیچھے زینے چڑھنے لگی۔ جب وہ اوپر پہنچ گیا تو بنا رکے بیگ کو گھسیٹتے ہوئے استقبالیہ کاؤنٹر تک پہنچا۔ وہ اب وہاں کھڑی ایک لڑکی سے بات کر رہا تھا۔

مہوین جب ہوٹل میں داخل ہوئی تو لمبے لمبے ڈگ بھرتی اس تک گئی۔"مہوین امین کا روم نمبر کیا ہے؟"

"سر.. روم نمبر ایک سو پانچ۔"اس نے سر ہلایا پھر پلٹا۔"وہ.. آپ میرا بیگ چھوڑ دیں۔ میں خود لے جاؤں گی۔"بہت سی ہمت جتاتے وہ یہ کہہ پائی تھی۔

کاؤنٹر پر سے کمرے کی چابی اٹھاتے وہ اپنے بیگ کو دیکھ رہی تھی۔ خود تو راحم نے ایک ہی بیگ ساتھ لایا ہوا تھا جو کہ سیاہ رنگ کا تھا۔ کندھے کے ساتھ چپکے اس بیگ کو دیکھ کر یہی لگتا تھا کہ دو چار کپڑوں کے جوڑے ہی ہوں گے۔

"کوئی بات نہیں۔ ویسے بھی ہمارے کمرے آمنے سامنے ہی ہیں۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں جہاں آپ جا رہی ہیں۔"وہ کہہ کر لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے لپکی۔

ایک اور مصیبت۔ان کا کمرہ مختلف منزل پر بھی تو ہو سکتا تھا۔اس نے خود سے کہتے چہرے کے زاویے بگاڑے۔

لفٹ آئی تو دونوں سوار ہوئے۔ان کے بیچ اور بھی لوگ موجود تھے۔تیسری منزل کا بٹن دباتے راحم نے چند قدم پیچھے لئے۔لفٹ دوسری منزل پر پہنچ کر کھلی تو چند ایک اور مرد اس میں سوار ہوئے۔اب کہ صرف مہوین ہی ایک اکیلی لڑکی اس میں موجود تھی۔

وہ دبک کر لفٹ کی دیوار سے لگی کھڑی تھی۔راحم کی نظریں بے ساختہ اس پر اٹھیں جو نظریں جھکائے ناجانے زمین پر کیا ڈھونڈ رہی تھی۔اُسے پل بھر کے لئے لگا جیسے وہ گھبرا رہی ہو۔

لفٹ اوپر جارہی تھی اور پانچ سے چھ مرد کبھی ادھر ہوتے تو کبھی ادھر۔لفٹ تیسری منزل پر رکنے کے بجائے چوتھی منزل پر جا ٹھہری۔دروازہ کھلا تو مزید دو مرد اندر قدم رکھ چکے تھے۔

جب آخری مرد سوار ہوا تو مہوین کے آگے کھڑا ایک لڑکا یکدم پیچھے ہوا۔اس سے پہلے کہ اس کی پشت مہوین کو لگتی۔راحم نے اس کی پشت پر اپنا بھاری ہاتھ رکھتے اُسے آگے کی طرف کیا جس پر اُس نے پیچھے مڑ کر پہلے راحم کو دیکھا اور پھر مہوین کو۔پھر سوری کہہ کر ذرا سا آگے ہو گیا۔

"مہوین..."آواز پر اس نے گردن موڑی۔"جی؟"

"یہاں آکر کھڑی ہو جائیں۔"اُسے لفٹ کے کونے کی طرف کھڑے ہونے کا کہا جہاں دو سیکنڈز پہلے وہ خود کھڑا تھا۔وہ اس کی بات مانتے عین اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی تھی۔اور وہ اس کی حفاظت کے لئے اُسے اپنے سراپے سے بلاک کر چکا تھا۔

بالآخران کی منزل بھی آہی گئی تھی۔دو تین مرد نکلے تھے اور چار ابھی بھی سوار تھے۔"جگہ دیں۔"وہ آواز بلند کرتا سب کو ایک ایک کر کے لفٹ سے باہر نکال چکا تھا۔پھر سب کے نکلتے مہوین آرام سے نکل پائی تھی۔

لفٹ کی دائیں طرف کمرہ نمبر ایک سو پندرہ تھا۔ وہ آگے آگے چل رہی تھی۔ چند کمروں کے فاصلے پر اس کا کمرہ تھا اور ٹھیک اس کے سامنے کمرہ نمبر ایک سو بیس یعنی راحم کی رہائش گاہ۔

مہوین نے فوراً چابی سے کمرہ کھولا۔ دروازہ کھولتے داخل ہوئی تھی۔ راحم نے احتیاط سے اس کا سوٹ کیس دروازے میں رکھا اور خود پلٹ گیا۔

"تھینک یو۔"

عقب سے آواز آئی تو اُسے قدرے حیرت ہوئی۔ وہ بنا رُخ موڑے سر ہلاتا اپنا کمرہ کھول کر اندر داخل ہو چکا تھا۔

سب کو وقت پر کھانا ملا تھا۔ وہ بھی اپنے اپنے کمروں میں۔ مہوین نے کھانا کھا کر ایک گھنٹے تک اِشفا سے کال پر بات کی تھی۔

****

اگلے دن کی صبح اسلا آباد کے اُس ہسپتال میں چہل پہل جاری تھی۔ مریض تو مریض ڈاکٹر بھی افراتفری میں ادھر اُدھر بھاگنے میں مصروف تھے۔ کیونکہ آج پیر کا روز تھا۔ عموماً اس روز ہسپتال مریضوں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔

اس کی حالت کے پیشِ نظر اس کو الگ کمرہ دیا گیا تھا۔ پیر میں گولی لگنے کے باعث اسے پیر کا کوئی انفیکشن ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کا بخار نہیں جاتا تھا۔ اور ایجنٹ ٹو کے ساتھ یہ سب قدرتی طور پر پیش آیا تھا۔ اس میں اس کی کسی بھی قسم کی کوئی کارستانی شامل نہیں تھی۔

اُسے معلوم تھا آج کے دن اُسے کیا کرنا ہے۔

کچھ دیر قبل ہی ایک نرس اُس کے جسم کا درجہ حرارت پر کھ کر گئی تھی۔ جو کہ ایک سو ایک تھا۔ خدا ہی جانتا تھا کہ وہ اتنے مہینوں سے کیسے اس کیفیت کو جھیل رہا تھا۔ لیکن آج اُسے اپنا آپ کافی حد تک بہتر محسوس ہوا تو اس نے آج ہی کارنامہ سرانجام دینے کا سوچا۔

ڈاکٹر کے معائنے کا وقت ایک جیسا نہیں ہوتا تھا۔ ہر روز اوقات بدلتے تھے۔ کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر اس کو دیکھنے آیا تھا۔ یعنی اب اس کا اگلا پھیرا تقریباً دو گھنٹے بعد لگنا تھا۔ اور اس سے اچھا فرار حاصل کرنے کا دوسرا موقع اُسے نہیں ملنا تھا۔

بخار ایک سو ایک تک پہنچ گیا تھا یعنی جلد ہی مکمل طور پر غائب بھی ہو جانا تھا۔ اس لیے اُسے جو کچھ کرنا تھا آج کے آج ہی کرنا تھا۔

اپنے بازو میں سے کینیولا نکالتے وہ کراہتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔ اس کی کسٹڈی المیر سے راحم اور اب راحم سے شیخ کو ملی تھی جو کہ اسلام آباد کے اسی علاقے کا ایس ایچ او تھا۔

کمرے کے باہر دو اہلکار موجود تھے۔ راحم کی زیرِ نگرانی چار اہلکار ہر وقت کمرے کے باہر موجود رہتے تھے۔ جو کہ ہر ایک گھنٹے بعد اندر جھانکتے رہتے تھے۔

اس نے بیڈ سے نیچے قدم رکھے۔ ٹانگوں میں جیسے نا جانے کتنے سالوں بعد جان آگئ تھی۔ ایک ٹانگ سن تھی اور دوسری پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جس پر زور ڈالنے سے سختی سے روکا گیا تھا۔

وہ لڑ کھڑاتا ہوا کمرے کی کھڑکی کے پاس آیا۔ جہاں سے پردے کو ہٹاتے اُس نے دونوں اہلکاروں کو اپنے اپنے فون پر مصروف پایا۔

سکھ کا سانس لیتے وہ واپس مڑا۔ ڈاکٹر نے درد کم کرنے کے لئے پینکلرز لینے کی تائید کی تھی۔ اور وہ اس وقت اس کے بیڈ کے ساتھ رکھی میز پر موجود تھی۔ اس نے اُس میں سے دو گولیاں نکالتے پانی کے ساتھ لیں۔

کیونکہ جو وہ کرنے جا رہا تھا اس کے لیے اُس کے درد کا کم ہونا لازم تھا۔

ایک کھڑکی باہر کی طرف کھلتی تھی۔ حالانکہ پہلے اُسے ایسے کمرے میں رکھا گیا تھا جہاں پر بالکل بھی ہوادوا کے لیے کھڑکی نہیں تھی۔ لیکن اُسے ایک دو دفعہ پینک اٹیک آئے تھے۔ یعنی اُس نے اداکاری کی تھی۔ جس کے باعث اسے دوسری منزل کے اس کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

کھڑکی کو کھولتے اس نے اونچائی کا اندازہ لگایا۔ پھر چہرہ موڑا۔ ایک لمبا سالوہے کا پائپ اوپر سے نیچے تک جارہا تھا۔ ایک گہری آہ بھرتے اس نے بیڈ پر سے سفید چادر کھینچ کر اتاری۔

پھر اس کا ایک کونا پکڑ کر ذرا سا آگے کو ہوتے پائپ کے ساتھ کس کر باندھا۔ اور دوسرا کونا اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔

پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے کھڑکی کی کناری پر بیٹھا۔ پیر کافی حد تک دکھ رہا تھا۔ پر اس درد کو نظر انداز کرتے وہ بڑی مہارت سے دونوں ہاتھ پائپ کے گرد جما چکا تھا۔

اب کہ وہ صرف اور صرف اس پتلی سی چادر اور پائپ کے رحم و کرم پر تھا۔بنا نیچے دیکھے وہ بنا آواز کے نیچے اترتا گیا،اترتا گیا۔پیروں میں چپل نہ ہوتے کی وجہ سے اُسے دیوار کافی حد تک کھردری محسوس ہو رہی تھی۔

پانچ منٹ مزید لگے اور اس کے بعد اس کے پیر پتھریلی زمین سے ٹکرائے تھے۔نیچے پہنچتے ہی اس نے فوراً چادر اپنے گرد سے اتاری تھی۔آگے پیچھے نظر گھماتے وہ پچھلے گیٹ سے باہر نکلتا چلا گیا۔اور آخر کار اُسے راہِ فرار مل ہی گئی تھی۔

گردن کو دائیں بائیں ہلاتے وہ چلتا گیا۔چلتا گیا۔اور پھر دو سڑکوں کو پار کرتے جب ہسپتال سے فاصلے پر ہو گیا تو ٹیکسی پکڑ کر اس میں بیٹھ گیا۔اور ٹیکسی اُس اور چل پڑی جہاں جانے کی اُس نے پچھلے دو مہینوں سے ٹھان رکھی تھی۔

****

اسی دن کی شام اِشفا گھر آئی ہی تھی کہ گھر کی گھنٹی بجی۔ وہ واپس دروازہ کھولنے بڑھ گئی۔ لیکن دروازے پر وہاج کو دیکھ کر اُسے حیرت ہوئی تھی۔

"وجی... تم!" اُسے لگا المیر بھی آیا ہو گا اس لئے اُس نے گیٹ کھول کر اُسے آنے کا راستہ دیا اور خود باہر جھانکنے لگی۔ "بھابھی... بھائی نہیں آئے۔ میں اکیلا آیا ہوں۔"

"آجاؤ وجی... بتاؤ کیسے ہو؟" وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتی اندر بڑھی۔ دونوں آرام سے صوفے پر نشست ہو چکے تھے۔ "میں ٹھیک ہوں۔ آپ... ٹھیک ہیں؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہاج خلیل اور سنجید گی؟ اِشفا نے اسے سرتا پیر گھورا۔ "میں ٹھیک ہوں پر مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔ کیا ہوا ہے؟"

اِشفا کو پل میں اُس کے تاثرات بدلتے دکھے۔ اُسے لگ ہی رہا تھا کہ ابھی وہ رو دے گا اور بِلا شبہ ایسا ہی ہوا تھا۔ اس کے ہونٹ بچوں کی طرح اندر کی طرف مڑے تھے اور ساتھ ہی اس کے آنکھوں سے آنسوؤں کا ڈھیر بہنے لگا تھا۔

"وہاج.. کیا ہوا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟ المیر نے ڈانٹا ہے؟" وہ اس کے پاس فوراً سے پہلے آن بیٹھی۔اس کی کمر کو سہلاتے اُسے دیکھنے لگی۔

پندرہ سیکنڈز تک وہ مسلسل روتا گیا۔ پچھلے دو ہفتوں کا غبار اب آنسوؤں کی صورت نکل رہا تھا۔جب خود پر قابو پالیا تو آنسو صاف کر کے اُسے دیکھا۔"آپی.. آپی مجھے معاف کر دیں۔ آئی-آئی ایم سو سوری..." وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ رہا تھا۔اِشفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"کس بات کی معافی مانگ رہے ہو، وجی؟ پاگل ہو گیا؟" اس نے اُسے ڈپٹتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو ایک ہاتھ میں پکڑا۔"میری ماما کی وجہ سے.. میری ماما کی وجہ سے آپ کے ساتھ اتنا سب ہو گیا۔" وہ ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔

اِشفا کو اُس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔"تم کیوں معافی مانگ رہے ہو، وہاج؟ اس سب میں تمہاری کیا غلطی؟"

"میں.. میں ان کا سگا بیٹا ہوں ناں...وہ میری ماما ہیں۔مجھے.. میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری ماما ایسا کریں گی۔میں.. میں بیشک بھائی کا سگا بھائی نہیں ہوں پر۔۔پر قسم سے میں بہت شرمندہ ہوں۔میں.. میں بالکل بھی ان جیسا نہیں ہوں۔آپ میرا یقین۔"

"چپ کرو، و.جی۔میں ماروں گی تمہیں اب۔"اس کے کان کو زور سے پکڑ کر کھینچا۔"آپی میرا کان..."اس نے چہرہ دور کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں چھوڑوں گی۔تم نے سوچا بھی کیسے کہ تم المیر کے سوتیلے بھائی ہو؟ان کو یہ پتا چلا تو تم جانتے ہو انہیں کتنا دکھ ہو گا؟"کان چھوڑ کر اب وہ اُسے افسوس سے دیکھ رہی تھی۔

وہ ندامت کا شکار ہوتے نیچے دیکھ رہا تھا۔"تم ہمیشہ سے ہمارے بچے تھے، و.جی۔اور ہمیشہ ہم سب کے لئے بچے ہی رہو گے۔مجھے نہ کبھی تم سے کوئی شکوہ تھا،اور نہ ہے۔تم اپنی ماں کی طرح نہیں ہو.. جانتے ہو کیوں؟"

اس نے نظریں اُٹھائیں۔ "کیونکہ تم المیر کے ہاتھ میں بڑے ہوئے ہو۔انھوں نے تمہیں پالا ہے۔ تم اپنی ماں سے زیادہ ان کے بچے ہو۔"

اس کی آنکھ سے ایک آنسو پھسلا۔ "میں جانتا ہوں میں غلط سوچ رہا ہوں۔ لیکن میں کیا کروں؟ مجھ سے پہلے میری بہن اور پھر میری ماں دور ہو گئی۔ میں کیا کروں، آپی؟"

وہ اُسے دیکھے گئی اور سوچتی گئی کہ کیا کہے۔ "تمہیں لگتا ہے تمہاری ماں کو سزا نہیں ملنی چاہیے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اُس نے سر نفی میں ہلایا۔ "نہیں.. انہوں نے ایک نہیں بہت سی زندگیاں برباد کی ہیں۔ میں ایسی عورت کے ساتھ نہیں رہ سکتا تھا، آپی۔"

"اور تم المیر کو قصوروار بھی نہیں سمجھتے ناں؟"

"نہیں.. وہ میرے بھائی ہیں۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ خود سے بھی زیادہ۔" مسکرا کر کہہ گیا تھا۔

"گڈ.. "کچھ سوچتے ہوئے چپ کر گئی۔ "وہاج ایک مشورہ دوں؟" اس نے سر اثبات میں ہلایا۔ "انکل کو اب تمہاری سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ تم چھوٹے ہو.. المیر کام پر جاتے ہیں۔ وہ انکل کو ویسے وقت نہیں دے سکتے جیسے تم دے سکتے ہو۔ اس لئے انکل کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارا کرو۔"

اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ "میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔"

****

یہ ہفتے بعد کا منظر تھا کہ احمد مرزا کی کال اس کے فون پر آنے لگی۔ "جی سر؟"

"المیر.. خضر غائب ہو گیا ہے۔"

وہ جو بیڈ پوسٹ کے ساتھ پشت ٹکائے بیٹھا تھا اچانک آگے کو ہوا۔"کب؟"

"آدھا گھنٹہ پہلے.. آج اس کی طبیعت خراب تھی۔اس لئے میں نے اُسے گھر پر ہی رہنے کا کہہ دیا۔ لیکن ابھی گھر آیا ہوں تو وہ گھر پر نہیں ہے۔اور اس کا فون بھی نہیں ہے۔"

"آپ ٹینشن نہ لیں۔میں کچھ کرتا ہوں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"سر یہ رہا اس کا فون.." سلیم نے خضر کا فون لا کر اس کے سامنے میز پر رکھا۔"سوسائٹی کے باہر گھاس میں گرا ہوا تھا۔میرے خیال سے اُسے اغواہ کار پہلے سوسائٹی سے باہر لے کر آیا اور پھر اس کا فون وہاں پھینک کر اُسے اپنے ساتھ لے گیا۔"

"وہاں تو کوئی کیمرا ابھی نہیں ہے۔" المیر نے تاسف سے کہا تھا۔ "ٹریکر آن ہوا اس کا؟"

"نہیں سر.. جب تک وہ اُسے آن نہیں کرتا تب تک ہم اُسے ٹریک نہیں کر سکتے۔" سلیم فوراً بولا تھا۔

وہ دونوں اس وقت سلیم کے گھر پر موجود تھے۔ توَقع کے مطابق خضر اغواہ ہو گیا تھا۔ لیکن دشمن کو ڈبل کراس کرتے اُس کی انگھوٹی میں ایک ٹریکر لگایا گیا تھا جو کہ اُسی انگھوٹی میں لگے ایک بٹن سے آن ہوتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ سب المیر خلیل کے پلان کا حصہ تھا۔

لیکن ابھی تک خضر نے ٹریکر آن نہیں کیا تھا۔ اس لئے اس تک پہنچنا ناممکن تھا۔ یہ ایک خاص قسم کا ٹریکر تھا جو خاص خضر کے لیے ڈیزائن کروایا گیا تھا۔ تاکہ جب دشمن اس کی تلاشی لیں تو ٹریکر چھپا رہے اور کسی بھی ڈیوائس سے سامنے نہ آ سکے۔

"خضر کی غیر موجودگی کی کسی کو بھی کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے۔" سلیم نے سر اثبات میں ہلاتے اس کی مخالف نشست پر جگہ بنالی تھی۔

****

ستمبر کا آخری ہفتہ باقی تھا۔ کشمیر کا موسم ہر گزرتے دن کے ساتھ بدلتا جارہا تھا۔ یہاں کی نم گھاس کی مہک انسان کے حواسوں پر چھاجاتی تو گویا انسان خوابوں کی دنیا کی سیر کر آتا تھا۔

یہاں کا ہر ایک علاقہ تفریح کے قابل تھا۔ ہوائیں ایسی تھیں کہ روح کو سکون حاصل ہو جائے۔ رات کو فلک پر تارے بھی ایسے ٹمٹماتے جیسے بنے ہی یہاں کے لئے ہوں۔

ایسے میں اگر ہم کشمیر کے مخصوص ہوٹل کے کمرہ نمبر ایک سو پانچ پر نظر ثانی کریں تو ہمیں مہوین امین سنہرے رنگ کی فراک میں ملبوس نظر آئے گی۔

بالوں کو نفاست سے پونی میں مقید کیے اس نے سر پر اُسی رنگ کا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ آج اُسے یہاں آئے تین ہفتے مکمل ہو گئے تھے۔ باقی تھا آخری ہفتہ۔ اور اس کے بعد اس کی منزل بدل جانی تھی۔

کچھ دیر پہلے ہی ایک فیلو ڈاکٹر نے اُسے آ کر بتایا تھا کہ آج ہوٹل کے باہر بگیچے میں ایک چھوٹا سا کھانے پینے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ پہلے تو اس کا دل کیا کہ انکار کر دے۔ لیکن جب سے وہ یہاں آئی تھی مسلسل مریضوں کے ساتھ ہی لگی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ مان گئی تھی۔

لیکن اس کا ذہن صرف ایک ہی شخص کے گرد طواف کر رہا تھا۔ وہ جو اُسے اتنے دنوں سے روز صبح دکھتا تھا۔ جب ناشتہ کر کے کمرے سے نکلنے لگتی تب ہی وہ بھی اپنے کمرے سے نکلتا تھا۔ دونوں کی نظریں روز ٹکراتی تھیں۔ وہ مسکرا کر سلام کرتا تھا اور یہ نظریں چُرا کر جواب دیتی تھی۔

سنگھار میز پر سے اپنا فون اٹھاتے وہ کمرے سے نکلی۔اس کے کمرے کی جانب نظریں اٹھائیں۔بتیاں بند تھیں یعنی وہ یہاں نہیں تھا۔ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ لفٹ میں سوار ہوئی اور پھر بگیچے کی اور چل دی۔

جہاں اچھا انتظام کرر کھا تھا۔کھانوں کی خوشبو اس کی ناک کو چھیڑ رہی تھی۔ان سب میں سب سے منفرد مہک بریانی کی تھی۔اُسے بریانی بہت پسند تھی۔

گھاس پر ایک طرف کر کے تین سے چار کرسیاں رکھی گئی تھیں۔جبکہ بیٹھنے کا انتظام نیچے کیا گیا تھا۔چٹائیوں پر دستر خوان بچھائے گئے تھے۔

سارے ڈاکٹرز آچکے تھے۔شاید وہی سب سے دیر سے آئی تھی۔سب کو باری باری سلام کرتے وہ چٹائی کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ان سب میں وہ صرف دانش اور حلیمہ کو جانتی تھی۔ حلیمہ معدے کی ڈاکٹر تھیں اور بہت نفیس خاتون تھیں۔

چند منٹ گزر گئے تھے۔وہ حلیمہ کے ساتھ زیرِ گفتگو تھی۔اس کی دائیں طرف دانش اور بائیں طرف حلیمہ بیٹھی تھیں۔

تب ہی اس کے اطراف میں ایک عجیب سا احساس اجاگر ہوا۔اس نے جھکی نظروں کا زاویہ سامنے کی سمت برقرار کیا اور تب اُسے وہ دور سے آتا نظر آیا تھا۔اس نے آدھی آستینوں والی سیاہ شرٹ اور اس کے نیچے نیلے رنگ کی پینٹ پہنی ہوئی تھی۔

بگیچے میں درخشاں بتیوں کی سفید اور پیلی روشنی اس کی آنکھوں میں پڑی۔زمرد رنگ واضع ہوا۔وہ مسکراتا ہوا چلا آرہا تھا اور اس کے ہر اٹھتے قدم کے ساتھ مہوین کا دل جیسے دھیرے دھیرے دھڑکنا بھول رہا تھا۔

وہ دسترخوان کے پاس آن رکا۔پھر سب طرف نگاہ دوڑائی۔تین جگہیں خالی تھیں۔ایک ابتدا میں..دوسری اس کے سامنے اور تیسری وہاں جہاں وہ کھڑا تھا۔

انجانے میں اس کی نظر دستر خوان کی دوسری طرف بیٹھے افراد پر اٹھی۔ پھر سفر کرتی اُس پر رکی۔ وہ باتوں میں مشغول تھی۔ وہ بوٹ اتارتا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ دانش نے اُسے سلام کیا تو اُس نے سلام کا جواب دیا۔

پانچ منٹ بعد ہی کھانا پیش کر دیا گیا تھا۔ سب کھانے میں مگن تھے۔ راحم نیچے دیکھ کر کھا رہا تھا اور مہوین کھا نہیں پا رہی تھی۔ ایک تو اس کے سامنے نا جانے اُسے کیا ہو جاتا تھا۔ وہ گھٹنوں کو موڑے بیٹھی تھی۔ اس لئے ایک ٹانگ سے سارا زور دوسری ٹانگ پر ڈالتے اس نے پہلو بدلا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

راحم نے بریانی کی ڈش اٹھا کر اپنے سامنے رکھی۔ سب سے ہوتی ہوتی وہ اب ان کی طرف آئی تھی۔ بہت کم چاول باقی تھے۔ شاید ایک پلیٹ۔

اس نے اُسے اپنے سامنے رکھی پلیٹ میں ڈالا اور ڈش ایک طرف کر کے رکھ دی۔ پھر نظر بے ساختہ مہوین پر اٹھی جو چہرے کے زاویے بگاڑنے میں مصروف تھی۔

کیااس لڑکی کو خبر تھی کہ اس کے ذہن کے تمام تر خیالات اس کے چہرے پر عیاں ہو جاتے تھے؟ کیونکہ اس وقت یہی ہو رہا تھا۔ راحم کو اس کے تاثرات دیکھ کر ہنسی آئی۔ وہ جانتا تھا اس سے اِس کی موجودگی برداشت نہیں ہو رہی ہو گی۔ اور وہ یہ جانتے ہوئے بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

پلیٹ میں چمچ رکھتے اس نے پلیٹ آگے بڑھائی۔ مہوین نے چہرہ اوپر کیا۔ "مجھے.. مجھے بریانی نہیں پسند۔ آپ کھالیں۔" پھر نیچے دیکھنے لگی۔

"جھوٹ بول رہی ہیں؟" وہ مسکرایا تھا کھل کر۔ واقعی اسے جھوٹ بولنے نہیں آتا تھا یا راحم اس کا جھوٹ جلدی پکڑ لیتا تھا؟

"نہیں..." وہ زیرِ لب بڑبڑائی تھی۔

"لیکن اِشفا نے تو بتایا تھا کہ آپ کو بریانی بہت پسند ہے۔" ابرو سے پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ظاہر ہے وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ "میں دے رہا ہوں اس لئے نہیں کھا رہیں؟"

اس کے چہرے کے تاثرات پھر سے بدلے تھے۔راحم کو خبر تھی کہ اب وہ سوچ رہی ہو گی کہ اِشفا نے اسے یہ کیوں بتایا تھا؟اب اسے کون بتاتا کہ وہ جھوٹ بولنے میں ماہر تھا۔

وہ بنا جواب دیے نیچے دیکھتی گئی تو راحم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔وہ ذرا آگے کو ہوا اور ہاتھ بڑھا کر مہوین کے منہ کے آگے دھری سفید خالی پلیٹ میں اپنی پلیٹ سے بریانی منتقل کی۔ اور پیچھے ہو گیا۔

"اب تو کھا سکتی ہیں ناں.."ایک صاف ستھری چمچ چمچوں کی پلیٹ سے اٹھا کر اس کے آگے کی۔اُس کے خیال میں اب وہ دل ہی دل میں اُسے سو باتیں سنا رہی ہو گی۔

لیکن اُس نے بنا کچھ کہے چمچ اس کے ہاتھ سے لے لی۔

دیکھتے ہی دیکھتے سب کھانا کھا چکے تھے۔دستر خوان خالی ہو چکا تھا اور رات بھی گہری ہو گئی تھی۔ٹھنڈ اب کچھ بڑھ گئی تھی۔

چند افراد ایک ایک کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔باقی کے سب کھڑے تھے کیونکہ کرسیاں کم تھیں۔اس لئے ہوٹل کے اسٹاف کے دو لوگ باقی کی کرسیاں لینے گئے تھے۔

دو کرسیاں خالی تھیں۔مہوین ایک طرف ہو کر اِشفا سے فون پر بات کرنے میں مصروف تھی۔جبکہ راحم بھی کسی کو کال کر رہا تھا۔ان دونوں کی کال ایک ساتھ ہی اختتام کو پہنچی تھی۔

مخالف دشاؤں سے چلتے چلتے وہ دونوں خالی کرسیوں تک پہنچے۔لیکن ان کے پہنچتے ہی دانش کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا۔اب کہ صرف ایک آخری کرسی باقی تھی۔ان دونوں کی نظریں ملیں..ایک بیٹھتے ہوئے جھجک رہی تھی اور دوسرا احتراماً بیٹھ نہیں سکتا تھا۔

راحم نے قدم بڑھائے اور کرسی تک گیا۔کرسی دانش کے پاس سے اٹھا کر وہاں لے آیا جہاں مہوین کھڑی تھی۔اس کے نزدیک لا کر زمین پر رکھ دی۔"بیٹھیں۔"

وہ حیران سی ہوتی اُسے دیکھنے لگی۔ وہ جتنا اس سے دور بھاگتی تھی وہ اتنی ہی پیاری پیاری حرکتیں کر کے اس کے دل کو پگھلا دیتا تھا۔

"نہیں.. آپ بیٹھ جائیں۔ میں کچھ دیر کھڑی رہنا چاہتی ہوں۔" ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ بیٹھ جاتی اور راحم جو کہ اس سے دور بڑا تھا کھڑا رہتا۔

ایک تو وہ اس کے سامنے کشمکش کا شکار ہو جاتا تھا ہمیشہ۔ وہ دونوں ہی کھڑے رہے جب تک کہ مزید کرسیاں نہیں آگئیں۔ کرسیاں لا کر مخالف سمت میں رکھیں۔

Clubb of Quality Content

تب ہی ایک آواز نے انہیں متوجہ کیا۔ "راحم.. آپ ادھر آجائیں۔" ڈاکٹر سبینا کی آواز تھی یقیناً۔ بنا انہیں دیکھے ہی وہ پہچان گئی تھی۔

وہ اس کے پاس سے ہٹ گیا۔ اسی اور چل دیا جہاں سبینا نشست تھیں اور کرسیاں بھی موجود تھیں۔ گیارہ بارہ خالی کرسیوں کی قطار میں سے اس نے ایک کرسی اٹھائی پھر کھینچتا ہوا مہوین کی کرسی کے پاس لے کر آگیا۔ وہ اب نشست ہو چکی تھی۔

مہوین نے جب اُسے سبینا کی جگہ اپنے ساتھ کرسی رکھ کر بیٹھتے دیکھا تو دل خوشی سے چھلانگیں لگانے لگا۔ لیکن پھر..اُسے وہ وعدہ یاد آگیا جو راحم نے اس کی بہن سے کیا تھا۔ کہ اس کی حفاظت کرے گا۔ شاید اسی لئے وہ اس کے ساتھ ساتھ موجود تھا۔

آدھا گھنٹا مزید وہ سب بیٹھے رہے۔ باتوں کا سلسلہ چٹان پر چڑھ چکا تھا۔ کبھی کوئی ایک مذاق کرتا تو کبھی کوئی دوسرا۔ راحم بھی بڑھ چڑھ کر اس محفل میں حصہ لے رہا تھا۔ سب کے پھیکے مزاقوں کے آگے اس کا سالوں پرانا سینس آف ہیومر قابل تعریف تھا۔

Clubb of Quality Content!

"راحم..آپ کے آگے کے کیا سینز ہیں؟ آپ نے آگے کیا کرنا ہے اب؟" عورتوں سے بھری اس محفل میں سبینا کے علاوہ بھی آخر کار کسی نے اس کو پکارا تھا۔

مہوین نے اُکتائی ہوئی نگاہ ڈالی۔ سب کے سب ہی دل پھینک تھے۔ آخر کار اس نے آنکھیں گھمانے کی اپنی عادت پر آج قابو پا ہی لیا تھا۔ اشفا اور اس میں یہ ایک منفرد عادت تھی۔

راحم اب اس کے سوال کا جواب دے رہا تھا۔یکے بعد دیگرے مزید کچھ لیڈی ڈاکٹرز نے اس سے سوال کی لمبی فہرست کھول ڈالی۔یہ سب تو شروع سے ہی راحم رضا احمد کو چاہتی تھیں۔ جب سے اس نے ہسپتال میں نوکری شروع کی تھی تب سے اُسے روز یہی سننے کو ملتا تھا کہ ایک راحم نامی بندہ ہے اور بہت ہینڈ سم ہے۔

لیکن اُس وقت وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ وہ راحم یہ راحم تھا جسے وہ جانتی تھی۔اُس ٹائم تو تعریف کے پُل باندھتے ان کے الفاظ سے اُسے کچھ خاص فرق نہ پڑتا تھا لیکن آج نا جانے کیوں...

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس نے سوچتے ہوئے سر زور سے جھنجھوڑا۔اس کے ارد گرد وہ منٹ کے لئے بھی نارمل انسان کی طرح برتاؤ نہیں کر پاتی تھی۔ہاتھ بڑھا کر بیچوں بیچ رکھی میز پر سے پانی کی بوتل اٹھائی اور دھیرے سے اس کا ڈھکن کھول کر منہ سے لگایا۔

"جیلیس ہو رہی ہیں؟"

الفاظ شناسا آواز میں سن کر بے اختیار اس کے منہ میں جاتا پانی فوارے کی مانند باہر کو آیا تھا۔ اسی لمحے راحم نے منہ کے آگے اپنی بند مٹھی رکھ کر ہنسی دبانے کی کوشش کی۔اس نے کھانستے ہوئے ایک غصیلی نگاہ راحم پر ڈالی تو وہ فوراً سیریس ہوا۔

ایک تو پہلے ہی اس کا یہاں بیٹھنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔اوپر سے راحم کی اُس بات کے بعد اس نے ٹھان لی کہ اب مزید نہیں بیٹھے گی۔اس لئے ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ اُسے اپنی سبز آنکھوں سے دیکھے گیا۔اب ایسا بھی اس نے کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ ناراض ہی ہو گئی۔وہ چپ چاپ سی دور جا رہی تھی۔کچھ سوچتے ہوئے وہ بھی اس کے پیچھے اٹھا۔لیکن اس سے پہلے اپنی کالی جیکٹ اٹھانا نہ بھولا تھا۔

وہ بگیچے سے نکل کر سڑک کی طرف بڑھ رہی تھی۔شاید فٹ پاتھ پر چہل قدمی کا ارادہ رکھتی تھی۔وہ بے آواز قدموں کے ساتھ اس کے پیچھے سے اس کے ساتھ آن ٹھہرا پھر قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا۔

"ناراض ہو گئیں ہیں؟"

"اوہوں.." سر نفی میں ہلایا گیا۔ "مجھ سے بات کیوں نہیں کرتیں پھر؟"

اس نے شانے اچکائے۔ "میں برداشت نہیں ہوتا آپ سے؟"

اس نے گردن ترچھی کر کے اُسے گھور کر دیکھا تو راحم نے خوف کھاتے چند قدم پیچھے لئے۔ وہ جو کسی سے نہیں ڈرتا تھا، اُس کی غصیلی آنکھوں سے ڈرنے لگا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"آپ سے یہ کس نے کہا؟"

"آپ کی آنکھوں نے۔ جو مجھے دیکھتے ہی رنگ بدل لیتی ہیں۔" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا اور وہ چہرے کے زاویے بگاڑ رہی تھی۔

"غلط فہمی کا شکار ہیں آپ۔" آپ پر زور ڈالتے اس نے قدموں کی رفتار بڑھادی تھی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ خوش فہمی کا شکار ہے اس کا دل تب ہی اس کی آنکھیں رنگ بدلنے لگتی ہیں۔

"ایک سوال پوچھوں آپ سے؟"

اس نے ایک گہرا سانس اندر کھینچتے باہر خارج کیا۔ "جی۔۔"

"آپ کو میں نہیں پسند ہے ناں؟ آپ اس لئے مجھ سے چڑتی ہیں کیونکہ میں نے آپ سے ہماری پہلی ملاقات میں جھگڑا کیا تھا۔"

پہلی نہیں دوسری... زبان سے پھسلتے پھسلتے تھما تھا۔

ان پیاری آنکھوں کو اس کے چہرے کو دیکھتے ان کی پہلی ملاقات کیسے یاد نہیں آتی تھی؟ جبکہ مہوین اپنی اس سے دوسری ملاقات میں اُسے دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔

Clubb of Quality Content!

غیر ضروری۔ بس یہی الفاظ اس کے ذہن میں آتے تھے اور اس کی حالت پر بیٹھتے بھی تھے۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

"آئی ایم سوری.. اس دن کے لئے۔ میں آپ پر غصہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ بیشک میں آپ کو برا لگتا ہوں پر اتنا بھی برا نہیں ہوں اب۔" چہرہ جھکا اور ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"دراصل اُس دن میں بہت پریشان تھا.. عالیہ کو لے کر۔" وہ وضاحتیں دینے کا قائل نہیں تھا۔ پر آج دے رہا تھا۔

مہوین کا دل چاہا ادھر ہی بیٹھ کر رونے لگ جائے۔ وہ اس سے زیادہ اُس سے محبت نہیں کر سکتی تھی۔ اور ہر گزرتے پل کے ساتھ وہ اُسے احساس دلاتا تھا کہ وہ اُس کے دل میں جگہ بنا رہا ہے اور بناتا رہے گا۔

وہ اُسے کیا کہتی آگے سے؟ وہ اُس سے اُس حرکت کی معافی مانگ رہا تھا جس کو بھولے اُسے زمانے ہو گئے تھے۔

"میں... میں.. راحم.. "اس کے قدم زنجیر ہوئے تھے۔ اس نے پہلی مرتبہ اس کا نام اس طرح لیا تھا۔ وہ رک گیا کیونکہ وہ بھی رک کر اُسے دیکھ رہی تھی۔"..آپ نے کوئی غلطی نہیں کی۔ آپ کو معافی مانگنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اس کی زبان سے اپنے لئے بے رُخے الفاظ تو سن سکتی تھی پر اس سے معافی کے بول سننا اُسے ہر گز بھی منظور نہیں تھا۔

"یعنی آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں؟"

وہ اُس سے کیسے ناراض ہو سکتی تھی جو دنیا کا سب سے خوبصورت دل رکھنے والا تھا؟ اُسے شکوے تھے تو صرف اپنے آپ سے۔

سر نفی میں ہلایا۔"میں ناراض نہیں ہوا کرتی۔"اور وہ واقعی ناراض نہیں ہوتی تھی۔

"یعنی اگر آپ کو کسی کی بات بری لگتی ہے تو آپ اُسے در گزر کر دیتی ہیں؟"چاند کی روشنی بھوری آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔وہ اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"نہیں..میری زندگی بہت کم لوگوں پر مشتمل ہے۔اور وہ لوگ میرا دل نہیں دکھاتے۔اس لئے ناراض یا خفا ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے سر اثبات میں ہلایا۔وہ لڑکی بہت مختلف تھی۔

"اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں تو کیا میں آپ کو اپنی جیکٹ آفر کر سکتا ہوں؟"وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔یااللہ یہ شخص اس قدر مسکراتا کیوں تھا؟

اس نے مسکان سے نظر ہٹاتے اس کے سوال پر غور کیا۔ جیکٹ؟ آنکھوں میں سوال لئے وہ اُسے دیکھے گئی جب اُس اونچے لمبے شخص نے اپنے کندھے پر ڈالی جیکٹ اتاری اور اُس تک بڑھائی۔ "پہن لیں.. بیمار پڑ جائیں گی۔"

اس نے پہلے اس کے ہاتھوں میں پکڑی اُس سیاہ جیکٹ کو دیکھا اور پھر ان آنکھوں کو۔ "آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں؟"

وہ الجھا.. "کیا مطلب؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"آپ میری فکر کیوں کر رہے ہیں؟"

"فکر کرنا بری بات ہے؟" سبز آنکھیں بھوری آنکھوں سے ملیں۔

"بے جا فکر کرنا بری بات ہے۔ اور وہ بھی جب سامنے والا اجنبی ہو۔" تلخ ہی سہی پر حقیقت تو تھی۔

"میں اجنبی ہوں... کیا واقعی؟" وہ آنکھیں بڑی کر کے اُسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے اُس نے نہایت ہی غلط بات کر دی ہو۔

"آپ اور میں.. ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔ یعنی ہمیں ایک دوسرے کی عادات کا علم نہیں ہے۔ اور جن کی عادات سے ہم لا علم ہوتے ہیں، ان کی فکر کرنا بیوقوفی ہوتی ہے۔" وہ ہمیشہ اُسے ایسی ہی کوئی نصیحت کرتی تھی اور وہ اُلجھ کر رہ جاتا تھا۔

"آپ بھلے مجھے نہ جانتی ہوں۔ پر میں آپ کو جانتا ہوں، مہوین۔ آپ کیوں اتنی بے رخی کا مظاہرہ کرتی ہیں؟" یہ واحد لڑکی تھی جس سے بات چیت کرتے ہوئے وہ بے چین ہو جاتا تھا۔

"آپ مجھے نہیں جانتے.. اگر آپ مجھے جانتے ہوتے تو سالوں پہلے-" وہ کہتے کہتے سنبھل گئی تھی۔ جب حقیقت کا ادراک ہوا کہ زبان سے کیا اعتراف ہونے والا تھا تو اس نے رخ پھیر لیا۔

"سالوں پہلے کیا؟" وہ آگے بڑھ گئی تھی.. تیز تیز قدموں کے ساتھ۔اور وہ اس کے پیچھے اس سے قدم ملانے کی کوشش میں تھا۔"مہوین..."

کیوں لیتا تھا وہ اس کا نام؟ کیوں پکارتا تھا اُسے اتنا؟ کیوں تھا وہ اس قدر دل کو بھا جانے والا؟

وہ ٹھنڈ سے مخالف بازوؤں پر ہاتھ رکھے انہیں سہلا رہی تھی۔اس نے واپس ہوٹل جانے کی راہ پکڑلی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اگر وہ حق رکھتا ہوتا تو اس کے تردّد کو ان سنا کرتے اُسے جیکٹ پہنا دیتا۔لیکن وہ حق نہیں رکھتا تھا اور زور زبردستی کی اُسے عادت نہیں تھی۔

ان کی واپسی خاموشی کی نظر ہو گئی۔وہ دونوں ہوٹل میں داخل ہوئے۔ایک ساتھ ہی لفٹ میں سوار ہوئے اور اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

چابی لگاتے دونوں نے کمروں کے دروازے کھولے تو راحم اندر بڑھنے ہی لگا تھا جب اُسے آواز آئی تھی۔ "سالگرہ مبارک آپ کو۔" اور وہ یہ کہتے ہی اندر بڑھ کر دروازہ بند کر چکی تھی۔

وہ تعجب کا شکار ہوتا کبھی اس کے کمرے کو تو کبھی گھڑی کو دیکھے گیا۔ دیوار پر لگی گھڑی رات کے بارہ بجا رہی تھی۔ جب اُسے اپنی سالگرہ یاد نہیں تھی تو اس کو کیسے تھی؟

فون کی اسکرین جلاتے اس نے تاریخ دیکھی۔ پچیس ستمبر۔

Clubb of Quality Content

ایک گہرا سانس لیتے وہ کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔

****

اگلے دن کی ایک کڑکتی صبح پیلی اور نارنجی روشنی یک سو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے سیفان کی بائیک ٹھیک کروانے مکینک کی دکان پر آئی ہوئی تھی۔ یہ اسلا م آباد کی وہ سڑک تھی جہاں پیر کے روز بھیڑ اکثر بڑھ جایا کرتی تھی۔

اور دوپہر کے قریب تو بندے پر بندہ چڑھا ہوتا تھا کیونکہ پاس ہی میں جناح سوپر مارکیٹ تھی جہاں پکوڑے، سموسے اور روزمرہ کا باقی سامان دستیاب ہوتا تھا۔

گردن کو دائیں بائیں ہلاتے وہ تھکی ماندی سی لکڑی کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آج وہ آفس نہیں گئی تھی کیونکہ آج کام سے اس کی چھٹی تھی۔

Clubb of Quality Content

"انکل اور کتنا ٹائم لگے گا؟"

"بس بیٹا آدھا گھنٹہ۔" چہرہ موڑ کر اُس نے ایک گہرا سانس کھینچا۔ پتا نہیں کون کمبخت اس وقت ہانڈی بنا رہا تھا۔ چار سو خوشبو نے بسیرا کر رکھا تھا۔

اگلے دس منٹ وہ انتظار کرتی رہی۔ پھر تنگ آ کر اٹھی۔ارادہ تو اس کا تھا کہ مارکیٹ میں جا کر کپڑے دیکھ لے پر کسی اور منظر نے اس کے ذہن کو اپنے حصار میں لے لیا۔

اس نے چہرہ بائیں طرف موڑا۔کچھ دوری پر ایک لڑکی کندھے سے بیگ لٹکائے سکول یا کالج کے سفید کپڑوں میں دھیرے دھیرے چل رہی تھی اور اس کے عین پیچھے ایک بیس سے بائیس سالہ لڑکا خاموش قدم لیتا جا رہا تھا۔

پہلے تو اُسے لگا کہ شاید دونوں کا آپس میں کوئی رشتہ ہو گا لیکن پھر اُسے محسوس ہوا کہ وہ لڑکی کافی ڈری سہمی سی معلوم ہو رہی تھی۔

کوئی بھی ان دونوں کی طرف متوجہ نہ تھا سوائے اشفا کے۔وہ کچھ سیکنڈز ماجرے کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔ کبھی لڑکا اس کی دائیں طرف سے گزرتا تو رک جاتا پھر کبھی اس کی بائیں طرف سے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جب وہ آگے نکل جاتی تو وہ عمل دوہراتا۔اس نے مٹھی بھینچ لی۔ لیکن تضاد تب ہوا جب وہ عین اس کے سامنے آن رکا۔ لڑکی کی پشت اور لڑکے کا چہرہ اشفا ٹھیک سے دیکھ سکتی تھی۔وہ اس کا راستہ روک رہا تھا اور لڑکی بیچاری بُت بنے کھڑی ہو گئی۔

اور صحافی صاحبہ کا ضبط اس کے ساتھ ہی ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوا تھا۔لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہ ان تک پہنچی۔

لڑکے کو ردِ عمل دینے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔اشفا کا ہاتھ اس کی شرٹ کے کالر پر تھا جسے زور سے کھینچتے اس نے اُسے اپنی طرف موڑا۔ جیسے ہی وہ پلٹا ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر جھڑ دیا گیا۔ تصادم اتنا زور آور تھا کہ لڑکے کا اگلا دانت ٹوٹ کر زمین پر جا گرا اور اس کے منہ سے خون چھوٹ پڑا۔

وہ سیدھا ہوا تو اس نے ایک لات اس کے پیٹ میں ماری۔وہ آہ و بکا ہوتا زمین پر ڈھے گیا۔ پھر کیا تھا؟ایک کے بعد ایک زوردار لات اس کے پیٹ میں لگ رہی تھی۔

"ذلیل آدمی.. لڑکی کو چھیڑو گے تم؟ یہ مردانگی ہے تمہاری؟" وہ اس پر زور آزمائی کر رہی تھی اور زمین بوس ہوا وہ لڑکا سسکیاں بھر رہا تھا۔

قریب دس منٹ تک وہ اُسے مارتی گئی۔ اب کہ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ پلکیں لرز رہی تھیں۔ لوگوں کا ہجوم ان کے ارد گرد حائل ہو چکا تھا لیکن سب لوگ کچھ فاصلے پر موجود تھے۔ ایک نے بھی قدم آگے بڑھانے کی جرآت نہیں کی تھی۔

کچھ لوگ منہ کھولے کھڑے تھے تو کچھ کی آنکھیں باہر آنے کو بے تاب تھیں۔ ظاہر ہے آج کل کے زمانے میں کون لڑکی اس طرح کسی مرد کو مار سکتی تھی؟ کس میں اتنی ہمت اور طاقت تھی کہ ایک مرد کا مقابلہ کرتی۔

عورت ذات اتنی بلندی تو کبھی چھو ہی نہیں پائی تھی کہ حق کے لئے آواز اٹھاتی۔ اپنے حملہ آور کو کس کر لگاتی۔ گھریبان سے پکڑ کر اس کے چہرے کا نقشہ بگاڑ دیتی۔ آج کی عورت تو ڈری ہوئی تھی۔ سہمی ہوئی تھی۔ لرزتی تھی اگر کوئی مرد نزدیک سے گزر بھی جائے۔

رونے لگتی تھی اگر کوئی راہ چلتا آنکھ دبا جائے۔خوف کھاتی تھی اگر کوئی دس سیکنڈ سے زیادہ اُسے گھورے۔زنانہ سماج تو مردانہ سماج سے دباہوا تھاناں۔تو پھر یہ لڑکی کون تھی؟

یہ لڑکی نہیں تھی۔ عورت تھی۔وہ عورت جس کی زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی چلتے تھے۔ جو اگر مذاق کرنا جانتی تھی تو کھال ادھیڑنا بھی جانتی تھی۔بات کرنا جانتی تھی تو زبان کھینچنا بھی جانتی تھی۔ادب کرنا جانتی تھی تو ذلیل کرنا بھی جانتی تھی۔

مردوں اور عورتوں کی بھیڑ کو چیرتے ہوئے اب ایک آدمی آگے کو آرہا تھا۔منظرِ عام پر اس کا پہلا قدم پڑا تو وہ تیزی سے اشفا امین کی طرف لپکا۔مار کھانے والے کا دوست جو تھا۔عورت سے تھپڑ برداشت کہاں ہوتے تھے کسی سے؟

اشفا اس سے بے خبر لڑکی کو سینے سے لگائے کھڑی تھی جو کہ مسلسل رو رہی تھی۔مردوں کے لئے تو بہت آسان ہوتا ہے عورت کو تنگ کرنا۔اُسے چھیڑنا۔لیکن ایک بچی؟ایک لڑکی؟ ایک عورت کے لئے وہ منظر کیسا ہوتا ہے کیا مردوں کو یہ بات پتا ہے؟

وہ لب بھینچ کر اس آدمی کو دیکھ رہی تھی جو کب کا حواس کھو چکا تھا۔ اگر یہ منظر لڑکی کے دل و دماغ پر نقش ہونے والا تھا تو لڑکے کے جسم پر بھی نقش ہونا چاہیے تھا۔ اور وہ بخوبی یہ کام بھی انجام تک پہنچا چکی تھی۔ ایک آخری لات اُسے مارنے کے لیے وہ آگے بڑھی جب اس کا دوست بھی اس پر حملے کی غرض سے لپکا۔

پاؤں پیٹ میں لگنے ہی والا تھا کہ... کسی نے غصے میں نہائی اشفا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ اس شخص کے چوڑے بازو سے آلگی۔ آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو وہ شناسا آنکھیں اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس نے اُسے ایک ہاتھ سے اپنے پیچھے کیا جبکہ حملہ آور عورت کی جگہ مرد کو دیکھ کر وہیں رک گیا۔ نو وارد شخص نے پولیس کی وردی پہن رکھی تھی۔ سیاہ گھنگریالے بال پیشانی پر بسیرا کیے ہوئے تھے۔ چہرے پر سخت تاثرات چھائے تھے۔

یہ تھا مرد۔ایسا مرد جو اپنی عورت کے ساتھ ساتھ ہر عورت کی عزت کرنا جانتا تھا۔اور جو عزت نہیں کرتا تھا...پھر المیر خلیل اس کے ساتھ کیا کرتا تھا یہ بات حملہ آور کے جلد جی گوش گزار ہونے والی تھی۔

المیر سے کچھ فاصلے پر موجود قوی آگے آیا۔اس لڑکے کو گردن سے پکڑا اور اپنے ساتھ لے گیا۔جبکہ زمین پر پڑا الڑکا پانی کا چھڑکاؤ کرنے پر آہستہ آہستہ ہوش کی دنیا میں لوٹ رہا تھا۔

لیڈی انسپکٹر آگے آئی لڑکی کو لے کر پولیس کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔اُسے گھر چھوڑنے کا ذمہ اب پولیس کا تھا۔

اُس کے جسم کو سیدھا کیا تو اس کے چہرے کی اور پھر جسم کی حالت دیکھ کر المیر خلیل کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔چہرے پر ایسی دلکش مسکان چھائی۔کیا بیوی تھی اس کی۔

وہ چاہتا تو تھا کہ اس کی تعریف کرے۔مگر اگر اس کی تعریف کی تو اسے شے مل جائے گی۔ اور یہ ہر راہ چلتے کا سر دو حصوں میں کر دے گی۔

Clubb of Quality Content

جبکہ پیچھے کھڑی اشفااب بھی ادھر ہی موجود تھی کیونکہ کسی نے اُس کی کلائی مضبوط گرفت میں جو لے رکھی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ اب کیا ہونے والا تھا۔اب المیر اسے اچھی بھلی سنانے والا تھا۔اپنی عزت افزائی کے لئے وہ تیار کھڑی تھی۔

لیکن مقابل کچھ نہیں بولا۔وہ مڑا تو اُسے اپنے ساتھ لیتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر اسے اندر بٹھایا پھر ڈرائیونگ نشست پر آن بیٹھا۔

اب کہ اس کا رُخ سفید شلوار قمیض میں موجود اپنے بغل میں بیٹھی شہد رنگ آنکھوں والی لڑکی کی طرف تھا۔وہ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے اُس کی طرف رُخ پھیر کر بیٹھ گیا۔

اُسے گھورتا گیا تو وہ پہلو بدل کے رہ گئی۔کیا

مسئلہ ہے۔"ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" تنک کر سوال کیا۔جواب میں خاموشی اس کے کان کے پردوں کے ساتھ ٹکرائی۔

"بولیں بھی کچھ۔"

"کیا بولوں میں؟ تم نے مجھے کچھ بولنے کے قابل چھوڑا بھی ہے؟" سختی کی بجائے نرمی سے جملے ادا ہو گئے تو اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوسا۔ایک تو اس لڑکی پر یہ ٹھیک سے غصہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مقابل نے چہرے کے زاویے بگاڑے۔بے عزتی اب سے تین سیکنڈ میں اپنی بلندی کو چھونے والی تھی۔

"کتنا مارا ہے تم نے اُسے۔اگر وہ مر گیا تو سیدھا جیل جاؤ گی۔!" وہ اُسے ڈرا رہا تھا۔وہ چاہتا تھا یہ آئندہ ایسی حرکت بالکل نہ کرے کیونکہ ہمیشہ تو المیر اسے بچانے نہیں آ سکتا تھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا۔ میری طرف سے ابھی مر جائے۔ لڑکی کو چھیڑے گا تو کوئی نہ کوئی تو بولے گا ہی ناں۔"

"ایگزیکٹلی۔ زبان سے بولنے اور ہاتھوں سے بولنے میں فرق ہوتا ہے۔ تمہیں کس نے کہا تھا کہ ہاتھا پائی کرو؟"

"میں جو کرتی ہوں اپنی مرضی سے کرتی ہوں۔ کوئی کچھ بول کے تو دکھائے۔"

ناولز کلب

"صاحبہ.. انسان بنیں۔ مانا آپ کا شوہر پولیس آفیسر ہے پر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ آپ آتے جاتے لوگوں کی پٹائی شروع کر دیں گی۔" بالائی لب اب میٹھی مسکان میں ڈھل چکا تھا۔ وہ اُسے مسکراتی نظروں سے دیکھتا گیا۔

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں روز لوگوں کو مارتی ہوں۔" روٹھی ہوئی نظریں اپنے شوہر پر ڈالیں تو وہ محظوظ سا ہوتا دھیرے دھیرے سر دائیں بائیں ہلانے لگا۔

"تمہارا کچھ پتا بھی نہیں ہے۔ کل پھر کسی کو پکڑ کر دو تھپڑ لگا دو۔ آفت کی پر کالا جو ٹھہریں۔" اشفا کا منہ پورا کھل گیا۔ روہانسی سی شکل بناتے ساتھ بیٹھے کوپ کو دیکھا۔

"اگر میں آفت کی پر کالا ہوں تو آپ آفت کی پر کالا کے شوہر ہیں۔"

"ہاں وہ تو میں ہوں۔" وہ کھل کر مسکرا رہا تھا۔ گہرے سُرمئی رنگ کی آنکھیں اب بہت ہی مدھم روپ اختیار کر چکی تھیں۔

کتنے ٹائم بعد وہ اسے یوں مسکراتا دیکھ رہی تھی۔ کتنا پیارا لگتا تھا یوں۔ اتنا پیارا کہ نظر لگ جائے۔ لیکن اس سے بہتر تھا نہ ہی مسکرائے۔

کم از کم نظر سے تو بچ جائے گا۔

ایک طرف اُسے دیکھ دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی تو دوسری طرف اُسے ہول اٹھ رہے تھے۔
"ایس ایچ او صاحب، اگر وہ سچ میں مر گیا تو؟" دھیرے سے الفاظ ادا ہوئے تھے۔

پہلے تو المیر نے اُسے نرمی سے دیکھا پھر غصے کی ایک لہر دوڑی۔"تم سے میرا نام نہیں لیا جاتا؟"

"لیا جاتا ہے۔آپ مجھے ان پڑھ سمجھتے ہیں کیا؟"

"نہیں۔پڑھی لکھی جاہل ہو تم۔شوہر کو نام سے بلانے کی بجائے رینک سے بلاتی ہو۔" عصیلی نگاہ اس پر ڈال کر چہرہ دوسری طرف کر لیا۔یہ کیا؟المیر خلیل ناراض ہو گیا تھا وہ بھی بچوں کی طرح؟اشفا کو ہنسی آئی۔

"اوہیلو..زیادہ میرا شوہر بننے کی کوشش نہ کریں۔اتنی ہی اگر آپ کو پسند ہوتی ناں تو چھ سال تعلق توڑ کر نہ رکھتے۔"آنکھیں گھمائیں۔جملہ سن کے وہ دوبارہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کس نے کہا تم مجھے پسند نہیں تھیں؟"

ماحول میں پھیلتا تناؤ بڑھ چکا تھا۔ سکوت کانوں میں گھر بنا رہا تھا۔اشفا کا چہرہ آہستہ آہستہ سرخ ہو رہا تھا۔وہ جانتا تھا کہ جب بھی وہ بلش کرتی ہے تو ٹماٹر بن جاتی ہے۔

جواب دینے کی بجائے اس نے اپنا چہرہ بائیں طرف کر لیا۔ساتھ بیٹھا شخص پہلے سکون سے اس کی حرکتوں کو دیکھتا رہا۔"اچھا سنو؟"

"ہوں؟"

"اگر تمہیں ٹماٹروں کے ساتھ سلاد والی پلیٹ میں رکھا جائے تو فرق کرنا مشکل ہو گا کہ اصل ٹماٹر کون سا ہے۔"وہ فوراً پلٹی۔

"المیر خلیل۔۔!"اور اپنا نام سنتے ہی اس کا زوردار قہقہ گونجا تھا۔ مسکراتے ہوئے کم پیارا لگتا تھا کہ اب ہنسنے بھی لگا تھا؟

"لے لیا ناں میرا نام۔"ایک ابرو اُچکائی تو اشفا نے چہرے کا زاویہ بگاڑا۔

"یہ کاؤنٹ نہیں ہوتا۔ میں نے غصے میں کہا تھا۔"

"پیار سے کہو یا غصے سے۔۔ مجھے اپنا نام تمہاری زبان سے ہر صورت میں قبول ہے۔"

جملہ تھا کہ تیر جو اشفا کے دل کے آر پار ہوا تھا۔ وہ خاموش ہو کر پہلو میں گرے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔ رخسار یوں تپ رہے تھے جیسے ایک کلومیٹر بھاگ کر آئی ہو۔ اس آدمی کو دن بہ دن کیا ہوتا جا رہا تھا؟ غصے میں جبڑے بھینچ لینے والا کوپ کہاں چلا گیا؟

Clubb of Quality Content

خود پر قابو پاتے وہ سیدھی ہوئی۔ "آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"کون سا سوال؟"

"یہی کہ اگر وہ لڑکا مر گیا اور اس کے گھر والوں نے مجھ پر کیس کر دیا۔ پھر میں جیل چلی گئی تو میرا کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں ہو گا۔ میں دیکھ لوں گا سب کو۔" لہجے میں اطمینان تھا۔ سکون تھا۔ اس نے گردن اس کی طرف سے موڑ لی۔

اگر اس شخص نے کہہ دیا تھا کہ وہ سب کو اور سب کچھ دیکھ لے گا۔ تو مطلب اُسے فکر مند ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔

****

اکتوبر کا دوسرا ہفتہ گزر گیا تھا۔ موسم میں ہلکی ہلکی خنکی محسوس کی جا سکتی تھی۔ مسافرین آخر کو ڈی جی خان پہنچ گئے تھے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ سہی رہے گا کہ انہیں یہاں پہنچے دو ہفتے ہو گئے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

راحم کی مہوین سے آخری ملاقات کشمیر کے اُس ڈینز کی رات ہوئی تھی۔اس کے بعدان دونوں کی راہیں الگ تھیں۔مہوین ہر اُس جگہ سے اجتناب کرتی دکھتی تھی جہاں راحم کا سایہ بھی لگ جائے۔

وہ بھی اب اس کی عادتوں کا عادی ہو گیا تھا۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔وہ ہوٹل کی تیسری منزل پر منتخب اپنے کمرے کے بستر پر شطرنج کا بورڈ رکھے بیٹھا تھا۔سیاہ اور سفید دونوں طرف سے کھیلتے اُسے خاک مزہ آرہا تھا۔پر جاگ کر سوچنے سے بہتر تھا یہی سب کر لیتا۔کیونکہ لائٹ نہیں تھی۔اور اتنی شدید گرمی اور فون کی بتی میں وہ صرف یہی کر سکتا تھا۔

تب ہی اس کا فون زور زور سے بجا۔دیوار پر لگی گھڑی پر وقت دیکھتے اس نے اُسے کان سے لگایا۔"اِشفا..اتنی رات کو کال کر رہی ہو۔۔سب ٹھیک ہے ناں؟"اُسے فوراًالمیر کا خیال آیا تھا۔

"بھائی، سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔ دراصل مہوین کو کال کر رہی ہوں پر وہ اٹھا نہیں رہی۔ آپ پلیز جا کر دیکھ سکتے ہیں وہ کدھر ہے؟"

وہ جھٹکے سے بیڈ سے اٹھا۔ ذہن میں مہوین کے چہرے کے سو قسم کے بگڑے ہوئے تاثرات وہ خیال کر چکا تھا۔ لیکن اب کیا کرتا؟ مجبوری تھی۔

کمرے سے باہر آتے وہ لفٹ میں سوار ہوا۔ اس کا کمرہ دوسری منزل پر تھا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے کمرے کے باہر کھڑا ہوا۔ ہاتھ بڑھا کر دو سے چار دفعہ دستک بھی دی۔ پھر جواب نہ پا کر اس نے پریشانی سے دروازے کو گھورا۔

"مہوین، آپ اندر ہیں؟" دروازے کے ہینڈل کو گھماتے اس نے اُسے کھولنے کی ناکام کوشش کی۔ دو سے تین دفعہ اس عمل کو دوہرانے کے بعد اس کی بس ہو گئی۔ وہ پیروں پر مڑا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

دس منٹ بعد وہ پھر سے اس کے کمرے کے باہر کھڑا ماسٹر کی سے کمرے کے دروازے کو کھول رہا تھا۔جب دروازہ کھل گیا تو اس نے دستک دی۔"مہوین، میں اندر آ رہا ہوں۔"

چند قدم بڑھائے ہی تھے جب اُسے احساس ہوا کہ کمرہ تو ایک دم خالی تھا۔اس نے پریشان ہوتے ٹھیک سے ہر جگہ دیکھا اور پھر رُخ باتھروم کی طرف کر لیا۔

"مہوین.."اس نے باتھروم کے دروازے پر بھی دستک دی جب آواز آئی۔"میں اندر بند ہو گئی ہوں۔دروازہ نہیں کھل رہا اور لائٹ بھی نہیں ہے۔"اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

راحم کی آنکھیں پھیلیں۔تب ہی وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی۔دروازے سے چند قدم پیچھے لئے گئے۔"مہوین اگر آپ دروازے کے پاس ہیں تو دور ہٹ جائیں۔"

چند لمحوں کے انتظار کے بعد اس نے ایک زوردار لات ماری اور دروازہ کھل گیا۔پھر فون سے نکلتی روشنی اندر کے منظر پر ڈالی۔

سامنے ہی وہ پسینے سے شرابور بیسن سے لگی کھڑی تھی۔اس کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہ رہا تھا۔ناک کافی حد تک سرخ ہو گئی تھی۔

وہ لمبے لمبے سانس لیتی اس کے نزدیک سے گزر کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔پھر سانس بحال کرنے میں مگن ہو گئی۔راحم نے میز پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور اس کے سامنے کیا۔

اُسے تھامتے اس نے بڑے بڑے گھونٹ لیتے اُسے حلق سے نیچے اتارا۔اپنے کمر کو بیڈ سے ٹکاتے وہ آنکھیں بند کر گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"آپ کو دمہ ہے؟"

اس نے سوال پر آنکھیں کھولیں۔"نہیں۔"

"پھر یہ سب کیوں ہوا؟"اس نے ایک اور سوال کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری سانس کی نالیاں پیدائشی تنگ تھیں۔ لیکن بچپن میں علاج ہونے کی وجہ سے میں کافی بہتر ہو گئی تھی۔ پھر جب گھر پر آگ لگی تو چار سے پانچ گھنٹے لگاتار دھواں اندر جانے کی وجہ سے دوبارہ یہ سب شروع ہو گیا۔"

اُسے اچانک اس بات سے عالیہ کی یاد آئی تھی۔ کہ جیسے اس کی بھی سانس کی نالیاں پیدائشی تنگ تھیں۔

"پھر آپ نے علاج کروایا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"کروایا تھا.. لیکن کچھ خاص افاقہ نہیں ہوا۔" اس نے سر اثبات میں ہلایا۔ "میں ایک ڈاکٹر کو جانتا ہوں۔ ہم نے عالیہ کا علاج ان سے کروایا تھا۔ کافی اچھی ہیں۔ آپ ان سے رابطہ کیجیے گا۔"

عالیہ کے ذکر پر مہوین نے نظریں پہلو میں گرا لیں۔

"آپ کو عالیہ کی یاد آتی ہے؟"ناجانے کیوں وہ یہ سوال کر بیٹھی تھی۔اس کی نگاہ اوپر اٹھی۔

"ہوں...آتی ہے۔"وہ اس کے سوا کیا کہہ سکتا تھا۔وہ اُسے روز یاد آتی تھی اور وہ بھی شدت سے۔

"وہ کیسی عادات کی مالک تھیں؟"

ہاتھوں کو آپس میں جوڑے وہ گردن جھکا گیا۔"وہ...بہت خاموش تھی۔کسی سے لڑتی نہیں تھی۔خوش رہتی تھی۔مسکراتی بہت تھی۔اُسے غصہ نہیں آتا تھا۔"

اس کے دل میں ایک ٹیس اٹھی۔یہ تمام عادات تو راحم میں خود بھی موجود تھیں۔اُسے اپنے جیسی ہی بیوی دی گئی تھی۔وہ اسی جیسی لڑکی ڈیزرو کرتا تھا۔خوش اخلاق اور خوبصورت۔

جبکہ مہوین تو غصے والی تھی...

"وہ خوبصورت تھیں؟"راحم نے اُسے چونک کر دیکھا۔یہ ایسے کیوں پوچھ رہی تھی جیسے عالیہ سے پہلے کبھی نہیں ملی؟

"ہاں..بہت زیادہ۔اُس کے سیاہ بال تھے۔"اس نے کندھے تک آتی اپنے لِٹ کو دیکھا جس کا رنگ سنہرا تھا۔

"اس کی بڑی بڑی خوبصورت بھوری آنکھیں تھیں۔"ہاتھ بڑھا کر اپنی ایک آنکھ چھوئی۔ اس کی آنکھیں بھی اُسی رنگ کی تھیں پر بڑی نہیں تھیں۔

"جب وہ مسکراتی تھی،ایسے لگتا تھا جیسے محفل درخشاں ہو گئی ہو۔"کیا اس کی مسکراہٹ اس قدر خوبصورت تھی کہ کسی کی محفل روشنی کی لپیٹ میں آجاتی؟

اس نے آج سے پہلے خود کو کسی سے نہیں ملایا تھا۔لیکن آج وہ یہ بھی کر گزری تھی۔اور اس بات پر اُسے بہت دکھ ہو رہا تھا۔وہ راحم سے مل کر رنجیدہ ہو جایا کرتی تھی۔اب تو بس وہ اتنا

Clubb of Quality Content

چاہتی تھی کہ کسی طرح آخر کا ایک ماہ اور دو ہفتے گزر جائیں تا کہ وہ راحم رضا احمد سے بہت دور چلی جائے۔

وہ اس کی خوشی کا ذریعہ تھا تو افسوس کی راہ بھی تھا۔

"آپ رو رہی ہیں؟" اس کی آنکھوں سے آنسو نکلتے دیکھ وہ گھبرایا تھا۔ "کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے؟ میری کوئی بات بری لگی آپ کو؟"

وہ الجھن کا شکار تھا۔ پہلی مرتبہ وہ اس کے سامنے رو رہی تھی اور راحم کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے۔

انگلیوں کے پوروں سے رخساروں پر حائل ہوتے قطروں کو چھوا۔ اُسے تو اتنی سی باتوں پر رونا نہیں آتا تھا۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں..." ہاتھ کی پشت سے ناک رگڑی۔

وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ جیسے چلے جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ "کیا ٹھیک کہتا ہوں؟"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں کہ آپ مجھے بالکل نہیں پسند۔ آپ کی ایک ایک حرکت مجھے ناگوار گزرتی ہے۔ آپ بالکل ویسے نہیں ہیں جیسا میں نے سوچا تھا۔"

وہ تو اس کی سوچ سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔ دل سے، دماغ سے اور روح سے۔ اتنا خوبصورت کہ اُسے چاہنے والے بس دیوانہ وار اُسے دیکھتے جائیں۔ اُس کے پیچھے مارے مارے پھریں۔ اُس کے لئے زندگی کے کئی سال آنکھوں میں میں کاٹ دیں۔

وہ واقعی ویسا نہیں تھا جیسا اس نے سوچا تھا۔ وہ ایک حسین خواب کی مانند تھا۔ اُسے ہر کسی کے دل میں جگہ بنانے کا قرینہ کس نے سکھایا تھا؟

وہ کیوں تھا چاہے جانے کے قابل؟

اور وہ کیوں تھی ایک عام سی لڑکی...

وہ کیوں ہی چاہے گا اُسے ؟

"تو پھر کیسا ہوں ؟" سینے پر ہاتھ باندھے گئے تھے۔ بڑی دلچسپی سے وہ اس کے جواب کا منتظر تھا۔

تیرے خیال سے، دامن بچا کے دیکھا ھے
دل و نظر کو، بہت آزما کے دیکھا ھے

نشاطِ جاں کی قسم، تو نہیں تو کچھ بھی نہیں
بہت دنوں تجھے ھم نے، بھلا کے دیکھا ھے

"ایسے کہ... میں آنکھیں بند کروں تو خواب کی مانند میرے ذہن پر چھا جائیں اور کھول لوں تو بھول جائیں، ذہن سے نکل جائیں۔" وہ اتنی دھیمی آواز میں بولی تھی کہ راحم سن نہ پایا تھا۔

"سو جائیں جا کر۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

لیکن اس کے سوال کا جواب...؟ وہ سر جھٹکتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ وہ قرب سے آنکھیں بند کر گئی۔

****

"سر.. خضر واپس نہیں آیا؟" وہ احمد مرزا سے فون پر بات کر رہی تھی۔ ہلکے سبز رنگ کی شلوار قمیض اس نے پہن رکھی تھی۔ وہ اس وقت گھر پر تھی۔

"نہیں..اس کی پھپھو کی طبیعت گزشتہ دنوں کی نسبت کافی حد تک ناساز ہو گئی ہے۔ امید ہے اس مہینے کی آخر تک واپسی ہو جائے گی اس کی۔" پھر کچھ لمحوں تک خاموش ہو گئے۔ "تم مس کر رہی ہو اُسے؟"

اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ "ہوں۔ مجھے اس کے ساتھ کام کرنے میں مزہ آتا تھا۔ بہت پیارا بچہ ہے وہ۔"

"مومن کے ساتھ کام کرنے میں مزہ نہیں آتا؟" وہ ہنس کر بولے تھے۔ "مومن میرے بھائیوں کی طرح ہے جبکہ خضر..." دھیرے سے مسکرائی۔ "...وہ میرے بچوں کی طرح ہے۔ مجھے اُسے دیکھ کر اپنا لڑکپن یاد آجاتا ہے۔ اُس کی آنکھیں.. وہ بالکل ویسی ہیں جیسی میری ہوا کرتی تھیں۔ خوابوں سے بھرپور امید بھری۔"

وہ آگے سے کچھ نہ بولے تھے۔ شاید الفاظ تلاش رہے تھے۔ "خضر جلد واپس آجائے گا، اِشفا۔ لیکن اس دفعہ آئے تو اُسے واپس مت جانے دینا کبھی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ کافی کا کپ میز پر رکھتی مسکرائی تھی۔ "وہ میرے کہنے پر رک جائے گا، سر؟"

"کہنے سے کوئی نہیں رکتا کبھی۔ تمہیں اُسے روکنے کے لئے انتظامات کرنے ہوں گے۔"

"اغواہ کرلوں اُسے؟" اس کے شرارتی دماغ میں یہی خیال ابھرا تھا۔ "نہیں.. اُسے پیار سے رکھنا اپنے ساتھ۔ دیکھنا وہ پھر کبھی جانے کا سوچے گا بھی نہیں۔"

"میں پوری کوشش کروں گی۔"

چند منٹ بعد ہی ان کی کال منقطع ہو گئی تھی۔اس نے میز پر سے کپ اٹھایا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔وہاں کپ کو کاؤنٹر پر رکھا اور ہاتھ دھونے لگی۔

جب اچانک فون بجا۔شہادت کی انگلی سے ایک جھولتی لِٹ کو کان کے پیچھے کیا اور سر سری سی نگاہ سکرین پر ڈالی۔جس پر جگمگاتا نام دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

آج اچانک ان کی کال؟

فون کو کان سے لگایا۔"السلام علیکم خالہ۔" وہ ان سے چار سے پانچ یا شاید اس سے بھی زائد سالوں بعد ہم کلام ہوئی تھی۔

"وعلیکم السلام۔اِشفا،میری بچی..."ان کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔"خالہ،آپ رورہی ہیں؟" پانی کا نل بند کرتے وہ وہاں سے دور ہوئی اور فون کو تھامے تھامے کچن سے باہر آئی۔

"مجھے معاف کردو..میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا۔"وہ قدرے چونکی۔آج اچانک سے انہیں معافی مانگنے کی یاد کیسے آگئی؟

"خالہ..آپ کس بات کی معافی مانگ رہی ہیں؟"

"میں نے..تمہارے ماموں..ہم سب نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا۔ہمیں وہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا۔ہم بہت شرمندہ ہیں۔تم..تم کہو گی تو سارے خاندان کو بتائیں گے کہ تمہاری اُس روز کوئی غلطی نہیں تھی۔سارا داغ ہٹ جائے گا۔"

"داغ تو کب کا ہٹ چکا۔آپ نے بہت دیر کردی۔لیکن..میں نے آپ سب کو کب کا معاف کردیا۔میرے دل میں آپ کے لئے کوئی بات نہیں ہے۔"

"دل سے معاف نہیں کیا تم نے.. تب ہی ہمارے ساتھ یہ سب ہو رہا ہے۔"وہ روتے روتے کہہ رہی تھیں۔

"کیا ہو رہا ہے؟"وہ الجھی تھی۔

"تمہارے ماموں اور میں، ہم جس سوسائٹی میں رہتے ہیں ناں.. اس کو کسی اور نے کچھ ہی روز قبل خرید لیا ہے۔اور ہمیں وہاں سے نکال دیا ہے۔ہم سو دفعہ منتیں کر چکے ہیں کہ ہمیں واپس آنے دو یا کم از کم اگاہ تو کرو کہ ہم سے کیا کوتاہی ہو گئ.. پر وہ وہاں کا مالک ہم سے ملتا نہیں ہے۔"

Clubb of Quality Content!

"ایسے کیسے باہر کر دیا آپ کو؟"وہ صوفے پر سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔اُسے واقعی اب پریشانی لاحق تھی۔

"ہم نہیں جانتے.. تم.. تم صحافی ہو ناں.. تم ہماری مدد کرو پلیز۔کراچی آ کر اُس آدمی سے ملو۔"

"آپ کو اس کا نام پتا ہے؟"

"ہاں.. المیر خلیل۔سنا ہے پولیس میں ہے۔تمہارا شوہر.. کیا نام تھا اس کا؟ وہ بھی تو پولیس میں تھا ناں..اس سے کہو ہماری مدد کر دے۔"

اُس کی آنکھیں ایسے پھیلیں جیسے پہلے کبھی نہ پھیلیں۔وہ بل کھاتے ہوئے ایستادہ ہوئی۔المیر خلیل؟

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ..آپ کو علم ہے، المیر خلیل کون ہے؟" ایسا کیسے ممکن تھا کہ وہ اس کا نام بھول جاتیں۔وہ تو صدیوں پرانی بات بھی یاد رکھتی تھیں۔

"ہاں..ابھی تو بتایا۔پولیس میں ہے وہ۔"

یعنی انہیں نہیں یاد تھا۔اس نے ایک بے آواز گہرا سانس کھینچا۔"خالہ،آپ فکر نہ کریں۔ میں کچھ کرتی ہوں۔"پھر کال اختتام کو پہنچی تھی۔

اس نے پھرتی دکھاتے اس کا نمبر ملایا۔"السلام علیکم،محبت،کیسی ہو؟"

"میں اس وقت شدید غصے میں ہوں۔اگر ابھی کہ ابھی آپ میرے گھر نہیں آئے تو اچھا نہیں ہو گا آپ کے لیے۔"وہ غصے سے گویا ہوئی تھی۔

"مجھے مس کر رہی ہو تو کہہ دیتیں..بہانے سے بلانے کی کیا ضرورت ہے؟"اِشفا نے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"چپ چاپ گھر آئیں۔باقی بات اب گھر پر ہو گی۔"

"جیسا تم کہو۔"

وہ کچن میں کھڑی جوسر مشین کی مدد سے چقندر کا جوس نکال رہی تھی۔ سیب کا جوس اس نے پہلے ہی نکال لیا تھا اور اب وہ اس کا جوس سیب کے جوس میں ڈالنے والی تھی۔

"کیسی ہو؟" کان کے قریب آواز آئی تو وہ اچھلی۔ فوراً دل پر ہاتھ رکھ کر پیچھے دیکھا۔ "پیچھے ہو کر کھڑے ہوئیں۔ پہلے یہ سب کرلوں پھر آپ سے نمٹتی ہوں۔"

وہ اُس چابی کو استعمال کر کے اندر آیا تھا جو اِشفا نے خود اسے اس مہینے کی شروعات میں دی تھی۔

سیاہ رنگ بال پیشانی پر منتشر تھے۔ جب سے اس نے اِشفا کو چاہنا شروع کیا تھا تب سے وہ پیشانی سے بل نہیں ہٹاتا تھا۔ اگر اس نے ایک مرتبہ کہہ دیا کہ وہ یوں اچھا لگتا ہے تو مطلب یوں ہی اچھا لگتا ہے۔

"یہ کیا کیا؟" اس کے دودھیا ہاتھوں پر سرخ نشان دیکھتے وہ فوراً آگے کو آیا تھا۔ "کیا نہیں ہے.. کرنے والی ہوں۔"

"کیا؟"

"آپ کا خون۔"

وہ چہرہ اس کی طرف موڑ کر مسکرایا۔ "مجھے مارنے سے پہلے ایک دفعہ اپنی زبان سے میرا نام لے لینا۔ میں خوشی خوشی مر جاؤں گا۔"

وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھتی اس کی طرف پلٹی۔ "میں سیریس ہوں، المیر!"

"اچھا؟ مجھے لگا تم میرا عشق ہو۔" اس نے آنکھیں گھمائیں۔ محبت میں مبتلا مرد کو سنبھالنا کتنا مشکل تھا اُسے آج احساس ہوا تھا۔

"پکڑیں یہ۔"اُسے جوس سے بھرا گلاس پکڑاتی وہ کچن سے باہر نکلی اور صوفے پر جا بیٹھی۔

"یہ ہے کیا؟"

"چقندر، سیب، ادرک اور لیموں کا جوس۔دل کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔اس کو پینے سے دل کے امراض

دور ہوتے ہیں اور خون صاف ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ویسے تو میرا دل بھی ایک مرض کا شکار ہے۔پر وہ مرض لاعلاج ہے۔"اس نے تاسف سے اُسے دیکھا تھا۔

"مثلاً کون سا مرض؟"اُسے جانچتی نظروں سے دیکھتی وہ اُس سے پوچھ رہی تھی۔

"عشق...مرض عشق۔"

وہ اُسے دیکھے گئی پھر زیرِ لب یااللہ کہا گیا۔"میرے ایک ایک سوال کا ٹھیک جواب دیں۔ پھر آپ کے مرض کا علاج کرتی ہوں میں۔"

"ہاں..ہاں پوچھو۔"گلاس کو لبوں سے لگاتے اس نے پشت صوفے سے ٹکائی۔

"آپ نے کوئی سوسائٹی خریدی ہے؟"اس نے ایک ابرو اٹھائی پھر سر اثبات میں ہلایا۔ گلاس واپس لبوں سے لگالیا۔"اتنے پیسے کہاں سے آئے؟"

"باباسے۔یعنی بابانے سارا بزنس میرے اور وہاج کے نام کر دیا ہے۔وہ اب بس گھر بیٹھ کر آرام کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں نے سوسائٹی خریدلی۔"

"اچھا؟آس پاس سوسائٹیاں ختم ہو گئی ہیں جو آپ نے سات گھر چھوڑ کر کراچی میں پڑاؤ ڈالا ہے؟"سینے کے آگے ہاتھ باندھے۔

"کراچی سات گھر چھوڑ کر واقعہ ہے؟"وہ مزے سے کہہ کر جوس کے مزے اڑانے لگا۔

"اور صرف یہی نہیں آپ نے میری خالہ اور ماموں کو گھر سے بے دخل تک کر دیا۔ یہ حرکت کرتے ہوئے ذرا افسوس نہیں ہوا آپ کو؟"

"انہیں تم پر تشدد کرتے ہوئے افسوس ہوا تھا؟" گلاس کو میز پر رکھتے وہ اب کافی حد تک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اُس بات کو زمانے ہو گئے ہیں، آپ اب تک کیوں اُس واقعے کو ذہن میں بسائے بیٹھے ہیں؟"

"میری بیوی کے ساتھ جو جتنا برا کرے گا، اُس سے دوگنا نتیجہ اُسے سہنا پڑے گا۔" گردن صوفے سے ٹکائی۔ "اور جہاں تک تعلق ہے زمانے بیتنے کا۔۔ تم اس قدر میری ہو کہ میں تم سو سال بعد بھی تم سے جڑی ایک ایک بات یاد رکھوں گا۔"

Clubb of Quality Content!

"میرے ساتھ جو ہوا بہت غلط ہوا پر جو آپ کر رہے ہیں وہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ایک تو ایک پوری سوسائٹی خرید لی اور اوپر سے اپنی مرضی سے لوگوں کو اس سے باہر بھی کرنا شروع کر دیا۔"

"میرے لئے ایک سوسائٹی خریدنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔اور تمہارے لئے تو میں دس مزید جگہیں خرید سکتا ہوں۔رہی بات لوگوں کو باہر کرنے کی..تو میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں، سو اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا..سوری۔" مسکراتے ہوئے جواب دیا گیا تھا۔

"بہت غلط حرکت ہے یہ..اگر آپ میری تھوڑی سی بھی عزت کرتے ہیں تو انہیں ان کی جائیداد واپس کریں۔"

"ہوں..سوچوں گا۔" ٹانگ پر ٹانگ رکھی اور صوفے پر دونوں بازو پھیلائے۔

"آپ میری بات نہیں مانیں گے؟" وہ آنکھیں پٹپٹا کر کہہ رہی تھی۔

"تمہارے علاوہ کسی کی نہیں مانوں گا۔" چہرے کے نیچے ہاتھ رکھتے اُسے سہارا دیا۔ اُسے سُرمئی آنکھوں سے دیکھتا گیا۔ "پھر میرے لئے اپنا فیصلہ بدلیں گے؟"

وہ اُسے پُر سوچ نگاہ سے دیکھتا گیا۔ "تم جانتی ہو میں بہت ضدی ہوا کرتا تھا۔ کسی کی نہیں سنتا تھا۔ کوئی مجھ سے اپنی بات نہیں منوا سکتا تھا۔ لیکن تمہارے آگے میری ہر ضد ضد چھوڑ دیتی ہے۔ تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا..."

وہ شرارتی نگاہیں لئے مسکائی تھی۔ "میں نے کہا تھا ناں میں آپ پر تعویز کروا رہی ہوں۔"

Clubb of Quality Content!

"پھر کون سا تعویز کروایا؟"

"محبوب آپ کے قدموں میں والا.."

"اوہوں.. میں محبوب نہیں عاشق ہوں اور تم میرا عشق..."

"اس کا مطلب ہے آپ میری بات رد نہیں کریں گے، ہے نا؟"

"نہیں.. نہیں کروں گا۔ تم جیسا کہو گی ویسا کروں گا۔" ہاتھ بڑھا کر جیب میں سے اپنا فون نکالا۔ کسی کا نمبر ملایا۔ "نعیم.. انہیں ان کی جگہ واپس کر دو۔ میری بیوی کا حکم آیا ہے۔ میں اس کی بات رد نہیں کر سکتا۔"

پھر کال کاٹ دی۔ "اور کچھ، صاحبہ؟"

"نہیں.. کچھ نہیں۔" اور وہ بس مسکراتی گئی تھی۔

****

"قریب دو مہینے ہونے لگے ہیں، المیر.. خضر کا پتا لگواؤ.. مجھے بہت ٹینشن ہو رہی ہے۔" مرزا صاحب سے وہ فون پر رابطہ قائم کیے بیٹھا تھا۔

"سر، میں کوشش کر رہا ہوں۔ بس اس کا ٹریکر آن ہو جائے ایک دفعہ۔ پتا نہیں اس نے ابھی تک اُسے آن کیوں نہیں کیا۔"

"کہیں اُسے کچھ ہو تو نہیں گیا؟" ان کی پریشانی سے لیز آواز ابھری۔

"سر!" سلیم کی آواز آئی تھی۔ وہ دونوں اس وقت اسی کے گھر میں موجود تھے۔ سلیم نے لیپٹاپ کے پیچھے بیٹھ کر آواز لگائی تھی۔ "کیا ہوا؟" وہ بھاگتا ہوا اس کے پاس گیا۔

"ابھی ابھی اس کا ٹریکر آن ہوا تھا۔ لیکن اچانک بند ہو گیا۔ لیپٹاپ سیگنل کیچ نہیں کر پایا۔" وہ دونوں اسکرین کو گھور رہے تھے۔

"یعنی وہ زندہ ہے.." اس نے سکھ کا گہرا سانس اپنے اندر کھینچا تھا۔ "نظر رکھو.. ہو سکتا ہے وہ دوبارہ ٹریکر کو چالو کرے۔"

پھر اس کے پاس سے نکلا۔ "سر خضر ٹھیک ہے۔ اس کا ٹریکر ابھی آن ہوا تھا۔"

کال کی دوسری طرف آواز آئی۔ "شکر ہے اللہ کا۔ جیسے ہی کوئی خبر ملے مجھے ضرور بتانا۔"

"سر۔" پھر کال کٹ گئی تھی۔ وہ واپس سلیم کے ساتھ رکھی کرسی پر براجمان ہو گیا تھا۔

****

سیاہی ہر سمت پھیل رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے کناروں پر پانی جمع تھا۔ شاید وہ پچھلے کچھ گھنٹوں، دنوں یا ہفتوں سے رو رہا تھا۔ نیم بند آنکھیں خود میں جان ڈالتی کھلتی گئیں۔ اس کے ہونٹوں کے کنارے پر خون جمع تھا۔ جسم پر جگہ جگہ چوٹوں کے نشان اور سوکھا ہوا خون موجود تھا۔

اس کے اعضا تکلیف میں تھے۔ جیسے کتنی راتیں مشقت میں صرف کر دی ہوں۔ کہیں کوئی آواز نہ تھی۔ صدا نہ تھی۔ خاموشی اس کے اعصاب پر زور آزمائی کر رہی تھی۔ وہی خاموشی جس سے بھاگ کر وہ بہت دور چلا آیا تھا۔

ہر شے کی آواز اُسے ایک دم صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس کے پیچھے دائیں جانب یقیناً گوئی کھڑ کی تھی، تب ہی پتوں کی سنسناہٹ گونج رہی تھی۔ جبکہ بائیں جانب گہری سکونِ صدا تھی۔

ناولز کلب

اُسے اسی طرف سے کسی کے بھاری بوٹ کی آواز آئی۔ اسی اور کوئی چلا آ رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ سے گزرتے اب اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اپنی کافی حد تک سوجی ہوئی آنکھیں اس نے ایک مرتبہ پھر سے کھولیں۔ پر اس دفعہ کھلیں تو گویا ایک چہرے پر ٹک گئیں۔

اس کے ہونٹ جدا ہوئے۔ حلق خشک ہونے لگا۔ وہ بے نقاب کھڑا تھا، اپنی ہولناک آنکھیں لئے۔ پہلے چند منٹ اس کا دل کام کرنا ہی بھول گیا اور یکے بعد دیگرے دل زور زور سے دھڑکا۔

یہ وہی آنکھیں تھیں جو اس کے خوابوں میں آکر اُسے خوفزدہ کرتی تھیں۔ لیکن چہرہ نقاب سے پوشیدہ ہوتا تھا۔ پر آج نو وارد ہر طرح سے عیاں تھا۔ اس کے دل کی سیاہی اور چہرے کی وحشت ہر طرح سے عام تھی۔

"کیسے ہو، خضر؟"

اس کی آواز.. وہی تھی۔ شناسا، بھاری اور وحشت سے لیز۔ وہی لہجہ جو اُس بند گھر کے باہر اکثر اُسے سننے کو ملتا تھا۔ جسے سنتے ہی اُس کا دل زور زور سے دھڑکتا تھا۔ یہ شخص ہر جگہ تھا۔ اس کے پیچھے یہاں بھی چلا آیا تھا یا پھر.. وہ ہمیشہ سے ادھر ہی تھا۔ موجود، سانس لیتا ہوا۔

اس نے خضر کا چہرا بالوں سے پکڑ کر زور سے پیچھے کیا تو بے اختیار اس کی زبان سے چیخ نکلی۔ وہ سب لوٹ رہا تھا جس سے وہ بھاگ چکا تھا۔

"مجھے.. مجھے..." اس کی آواز دبی دبی تھی۔ نو وارد نے اپنا کان اس کے ہونٹوں کے قریب کیا۔ "کیا بولا؟"

"مجھے میری بہن.. میری بہن کے پاس۔۔" زور سے اس کے چہرے کو اپنی گرفت سے آزاد کیا۔اس کی گردن میں ٹیس اٹھی۔

"مل چکے تم تمہاری بہن سے۔ وہ تمہاری آخری ملاقات تھی اس سے۔" ذرا سے فاصلے پر رکھی کرسی اس نے کھینچ کر اب اس کے مقابل رکھ لی تھی۔ وہ اس پر نشست ہو کر ٹانگ پر ٹانگ رکھ چکا تھا۔ "آج بیس اکتوبر ہے، خضر۔ تم قسمت والے ہو۔ میں اکتوبر کے مہینے میں اپنے ہاتھ خون سے نہیں رنگتا.. تمہارے پاس گیارہ روز باقی ہیں۔ اپنی بچی کچی سانسوں کا اچھا استعمال کرو۔"

"آپی..اِشفا آپی سے ملنے دو مجھے..." وہ رو رہا تھا۔اُس کی آدھی سے زیادہ زندگی روتے نکل گئی تھی۔اور آج تو دل پھٹ جانے کی دہلیز پر کھڑا تھا۔"...میں مرنے سے پہلے ان کے گلے سے لگنا چاہتا ہوں۔پلیز.."

ہلکی بھوری آنکھوں میں ٹوٹے ہوئے خواب تھے اور بکھری ہوئیں یادیں۔ اُسے صرف ایک دفعہ اُس کی گود میں سر رکھنا تھا جس سے وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت کرتا تھا۔ اُسے اِشفا کے پاس جانا تھا۔ ہمیشہ کے لیے یا فقط ایک لمحے کے لئے۔

"نہیں، خضر، اب بہت دیر ہو گئی۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ مختصر مگر دل دہلا دینے والی مسکراہٹ۔

"آج کا روز تمہارے اور میرے نام۔ پوچھو جو پوچھنا ہے۔"

"آپ نے.. آپ نے یہ سب کیوں کیا؟" وہ پہلی دفعہ، اپنی اٹھارہ سالہ زندگی میں پہلی دفعہ اس کے سامنے زبان کھول رہا تھا جس کی آنکھوں سے اُسے خوف آتا تھا۔ اُسے اپنے ڈر سے لڑنا اِشفا نے سکھایا تھا۔ اس کی سگی بہن نے۔

"پیسے کے لئے.. جرم ہمیشہ محبت یا رقم کے پیچھے ہوتا ہے۔" اپنی شرٹ کی آستینیں چڑھاتا وہ اب سینے کے آگے ہاتھ باندھ رہا تھا۔

ناولز کلب

"آپ مجھے چھوڑ نہیں سکتے؟" وہ منت کرنے کے انداز میں اس سے پوچھ رہا تھا۔ وہ اب تھک گیا تھا۔ ہر چیز سے۔ "چھوڑ ہی تو رہا ہوں۔ آزاد کر رہا ہوں تمہیں۔"

"مجھے میری بہن کے پاس جانے دیں۔ میں.. ان کے لئے اتنے سال اذیت جھیلتا رہا ہوں۔ مجھے ان سے مل کر اپنی شناخت بتانی ہے۔ میں ان کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ پلیز۔" اس کی انکھوں سے اشک بار مسلسل پھسل رہے تھے۔

نہیں.. نووارد کو ہمدردی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ "میں نے تمہیں آدھا سال دیا تھا خضر۔ تم چاہتے تو اپنی بہن کو اپنی حقیقت بتا سکتے تھے۔ پر تم یہ نہیں کر پائے۔ کیونکہ تمہیں ڈر تھا کہ تمہاری بہن تمہیں قبول نہیں کر پائے گی۔ ہے نا؟"

"نہیں.. یہ وجہ نہیں تھی! میری بہن.. اِشفا آپی.. وہ کیوں نہیں کریں گی مجھے قبول؟ وہ مجھ سے کتنے پیار سے پیش آتی رہی ہیں۔"

"وہ تم پر رحم کھا کر تم سے دو بول بول دیتی تھی اور تمہیں لگتا رہا کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے؟"

اس نے زور زور سے سر نفی میں ہلایا۔ "میری بہن، وہ ایسی نہیں ہیں۔ آپ مجھے اکسار ہے ہیں۔" وہ غصے اور روندھے ہوئے انداز کے ملے جلے تاثرات لئے بول رہا تھا۔

"اچھا؟ اگر وہ تم سے اتنی ہی محبت کرتی ہوتی جتنی تمہارے خیال میں وہ کرتی ہے تو اس نے تمہارے ماضی کے بارے میں جاننے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" آنکھیں خضر کی سرخ آنکھوں میں گاڑھیں۔ "کیونکہ وہ صرف تم سے ہمدردی کر رہی تھی۔"

وہ کچھ پل اُسے تکتا گیا۔ خالی خالی نظروں سے۔ پھر اُس کے چہرے پر مدھم سی مسکان در آئی۔ "تجربے سے بول رہے ہیں؟" اور پھر وہ زور سے ہنسا تھا۔

اِشفا کے ساتھ بتائے ان چند مہینوں میں اُس نے کچھ سیکھا ہو نہ سیکھا ہو، سامنے والے سے زبان درازی کرنا بخوبی سیکھ لی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نووارد مسکرایا۔ پھر جھٹکے سے اٹھااور ایک زوردار گھونسہ اس کے چہرے پر دے مارا۔ تب ہی ان کے ہونٹ کے کنارے کی پہلے سے پھٹی ہوئی جلد سے خون ایک مرتبہ پھر سے رسنے لگا تھا۔

پر یہ زخم اس کی مسکراہٹ مٹا نہ سکا تھا۔ "یعنی.. آپ کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے۔ آپ کو دھتکارا گیا ہے۔" منہ میں آیا خون زمین پر تھکتے اس نے اپنے خون سے لتپت دانت دکھاتے مسکراہٹ عیاں کی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اُس نے آگے بڑھ کر ایک زور آور تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا۔ وہ کراہیا۔ لیکن مسکراہٹ قائم رہی۔ مقابل تو جیسے پاگل ہی ہو گیا تھا۔ وہ اُسے مارتا جارہا تھا اور خضر مسکراتا جا رہا تھا۔

اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ چپ چاپ مار کھا رہا تھا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ کسی کے سامنے بولنا اُسے اچھا لگا تھا۔

اس کے ذہن پر وہ شہد رنگ آنکھیں ابھریں۔ وہ درخشاں مسکراہٹ ابھری۔ "اس کے چہرے کو یاد کرتے آنکھیں بند کرلو۔ تمہیں درد نہیں ہوگا اور نہ ہی خوف آئے گا۔" اس نے اپنی بہن کے چہرے کو یاد کرتے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔

وہ صرف یہی خیال کر پا رہا تھا کہ وہ اپنی بہن کے ساتھ کھڑا ہے۔ موسم خوش گوار ہے اور وہ دونوں مسکرا رہے ہیں۔ اور یہ سوچتے ہی اس کا سارا درد غائب ہو گیا تھا۔

نووارد کی مار اس کے اپنی بہن کے لئے دائم پیار کے آگے کچھ نہیں تھی۔ نا جانے وہ کتنی ہی دیر لرزتا رہا۔ اس کے جسم پر نشان آتے گئے۔ اور پھر ہر سو اندھیرا چھا گیا۔

حواس کھونے سے پہلے اس کے ذہن میں آنے والا آخری خیال اس کی بہن ہی کا تھا۔ وہ حقیقت سے پرے خوابوں اور خیالوں کی دنیا تک رسائی حاصل کر گیا تھا۔ خیالات میں گم ہو کر جب انسان سکون کی طرف راغب ہوتا ہے تو اُسے کچھ ایسے خواب آتے ہیں جو اُسے حقیقت سے دور کر دیتے ہیں۔

کردار کہانی کے ہوں یا زندگی کے،مات تب ہی ملتی ہے جب خیال اونچائی پر ہوں اور انسان زمین پر۔ہر کسی کے خواب ایک سے نہیں ہوتے پر انہیں توڑنے والے ایک سے ہوتے ہیں۔

****

اختتام حصہ سوم

جاری ہے..

باقی آئندہ قسط میں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842